بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَحوِ سُجود

شعری مجموعہ

از

علاّمہ آمر کلیمی شاہ نوری

ترتیب وحاشیہ:۔

رضاء الحق آمری

نامِ کتاب	: محوِ سجود (شعری مجموعہ)
مصنّف	: علامہ الحاج سید محمد عمر آمر کلیمی شاہ حسنی الحسینی جعفری الجیلانی الخلفائی چشتی قادری نوری دامت برکاتہم
ترتیب وتزئین وحاشیہ	: پیرزادہ سید محمد رضاء الحق علیمی شاہ آمری
ناشر	: پیرزادہ سید محمد انعام الحق رشیدی شاہ آمری
طابع	: وراثت اللہ شاہ آمری چشتی قادری
سالِ اشاعت بارِاول	: ۱۹۹۴ء
سالِ اشاعت بارِدوم	: ۲۰۰۷ء
مطبع	: عنبر پرنٹرس ۔ ہسکوٹہ۔ ضلع بنگلور

----------کتاب ملنے کے پتے----------

خانقاہِ آمریہ	وراثت اللہ شاہ آمری چشتی قادری
''اللہ ہال''	''آمری منزل''
نمبر ۲۱ نلنا اسٹریٹ	40فیٹ روڈ۔وی۔وی۔ یکسٹنشن
رائی پیٹ، مدراس (چنئی)	ہسکوٹہ۔ ضلع بنگلور۔۵۶۲۱۱۴
فون+919840078692	فون+919845526961

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتّب

تصوّف ایک زندہ موضوع ہے ایک ہمہ گیر اور ہزار پہلو علم ہے سائنسی ترقی اور مادہ پرستی کے سیلاب میں نہ جانے کتنی اخلاقی قدریں تنکے کی طرح بہ گئیں مگر زمانے کی رفتار کے ساتھ اس علم کی مقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

اسلامی تصوف دراصل کتاب و سنت ہی کی روشنی ہے جس نے دنیا پرستی اور مادیت کے اصنام کو ریزہ ریزہ کرنے میں تاریخ کے ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا ، تصوف کی دل کی گہرائیوں کو چھولینے والی اور روح کے افق پر آفتاب کی طرح چمکنے والی تعلیمات کے بغیر شریعتِ مصطفویہ کی جڑوں تک پہنچنا ناممکن ہے خدا رسی کی منزلِ مقصود تک بھٹکی ہوئی انسانیت کو پہنچانے کے لئے ہر دور میں خاصانِ خدا کے قافلے اپنی تمام صلاحیتوں اور پورے خلوص کے ساتھ رواں دواں رہے۔

قادریہ ، چشتیہ ، نقشبندیہ ، سہروردیہ سلاسل کے نامور

بزرگانِ دین نے اس علم کے اجالوں کو شرق و غربِ عالم میں پھیلانے کی سعیِ بلیغ میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک لگادی۔

اکابرِ اسلام نے جہاں اپنی گفتگو کے ذریعہ اور فنِ خطابت کے کامیاب اصولوں کے وسیلے سے اس علم سے ہر طبقے کے لوگوں کو روشناس کیا وہیں تصنیف و تالیف کی مدد سے بھی اسے ابدی مقبولیت اور حیاتِ جاودانی سے ہمکنار کیا۔

نثر میں تصوف اور سلوک کے عنوان پر بہت کچھ لکھا گیا اور شاعری خصوصاً غزل میں اس اہم ترین دینی گوشے پر بڑا زورِ تحریر صرف کیا گیا مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ، دیوانِ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ، دیوانِ درد اور دیوانِ مخزن العرفان تصنیفِ شاہ کمال دوم رحمۃ اللہ علیہ ، (جنہیں سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ نے جامعِ دکن کا خطاب دیا ، جنہیں شمعِ خاندانِ چشت کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے جن کا مزارِ پُر انوار گُرم کُنڈہ ضلع چتور ، آندھرا پردیش ، جنوبی ہند میں مرجعِ خلائق ہے) اس کی تابناک مثالیں ہیں ۔

حضرت سید احمد حسین امجدؔ حیدرآبادیؒ نے اپنی اردو اور فارسی رباعیات میں بھی تصوف ہی کو موضوع بنایا ، میرے پر دادا پیر حضرت کنز الایقان شیخِ اکبر ثانی پیر غوث علی شاہ المعروف بہ غوثی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جہاں نثر میں " نور النور " جیسی معرکۃ الآراء اور فقید المثال تصنیف " وحدۃ الوجود " کے عنوان پر دنیائے اسلام کو دی وہیں نظم میں " طیباتِ غوثی " نام کا مجموعہء کلام بھی دیا جو تصوف و سلوک کے موضوع پر رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کی رہبری کرے گا اس کے علاوہ اُردو کے دکھنی شعراء کے کلام میں بھی تصوف جابجا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔

میرے والدِ ماجد اعلیٰحضرت عظیم البرکت شمس المفسرین فرید العصر حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد عمر آمر کلیمی حسنی الحسینی چشتی قادری جعفری الجیلانی نوری دامت برکاتہم العالیہ (جو میرے استادِ شریعت اور پیرِ طریقت بھی ہیں) کی زیرِ نظر تصنیف " موجود " میں پیش کردہ شاعری متصوّفانہ شاعری کی ایک منفرد مثال ہے ۔ آپ کا کلام تصوف

کی عمیق پہنائیوں کو لفظ و بیان کے تنگنائے میں سمیٹ لینے کی کامیاب کوشش ہے۔

آپ کی شاعری جب کسی کی نظر سے ایک مرتبہ گذر جاتی ہے تو اس کی روح پرور گونج سے اُس شخص کا حافظہ تادیر معرفت اورماورائیت کی حسین وادیوں کی سیر کا لطف اٹھاتا رہتا ہے۔

بروزِ حشر آمر حق یہ پوچھے ساتھ میں کیا ہے
تو کہدوں ساتھ میں تُو ہے تو پھرتیرے سوا کیا ہے

دل میں ہے بسی میرے تنویر محمدؐ کی
آنکھوں نے ہے اب لے لی تصویر محمدؐ کی

ہر منظرِ عالم میں نظر آئے محمدؐ
ہے منظرِ حق صورتِ والائے محمدؐ

شریعت نے مجھے روکا وگرنہ حال تو یہ ہے
خیالِ سجدۂ احمدؐ مجھے ہر بار آتا ہے

جدھر دیکھو ادھر جلوہ نما اللہ ہی اللہ ہے
زمین و آسماں میں برملا اللہ ہی اللہ ہے

جیسے اشعار (جو ''محوِ سجود'' میں اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں) آپ کے فن کی انفرادیت کو منوانے کے لئے کافی ہیں ،آپ کے فن پر اردو شاعری کے اساتذہ میرؔ ، غالبؔ ، اقبالؔ ، انیسؔ ، داغؔ دہلوی ، شادؔ عظیم آبادی ، فانیؔ بدایونی وغیرہ شاعروں کے لب و لہجے اوراسلوبِ فکر کی کہیں چھاپ نہیں دکھائی دیتی۔

محوِ سجود کے اکثر اشعار زبانِ حال سے حضرت حافظؔ شیرازی علیہ الرحمہ کا یہ شعر گنگناتے ہوئے ملتے ہیں

حسد چہ می بَری اے سست نظم بر حافظؔ
قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدا داد است

اس مجموعہ کلام کی ترتیب و تبویب ، اور حاشیہ نگاری کا کام حکمت و معرفت کی گہرائیوں اور بلندیوں سے نابلد مجھ جیسے علمِ دین کے کمترین طالبِ علم کے بس کی بات نہیں تھی مگر یہ حضرت قبلہ والدِ ماجد دامت برکاتہم العالیہ ہی کا فیضانِ نظر ہے جو میں اس سعادت سے مالامال ہوسکا ۔ فالحمد للہ علیٰ ذلك

محوِ سجود کی اشاعت اس لئے بھی ناگزیر ہوگئی کہ بہت سے شائقین نے والدِ گرامی دامت برکاتہم العالیہ کا کلام قوالوں سے سن کر اپنے اپنے طور پر لکھ لیا اور اس طرح اصل اور نقل میں مطابقت باقی نہ رہی لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ اصل کلام منصہء شہود پر لایا جائے۔ محوِ سجود کے پہلے ایڈیشن کو اربابِ طریقت میں خصوصاً اور عموماً تمام اہلِ علم حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ملی ، سال دیڑھ سال میں اس ایڈیشن کی تمام کاپیاں ختم ہوگئیں اور اس طرح دوسرے ایڈیشن کی شدت سے ضرورت محسوس کی جانے لگی ، دوسرے ایڈیشن میں حضرت قبلہ مصنف دامت برکاتہم کا تازہ کلام بھی شامل کیا گیا جس سے اس کتاب کی

اہمیت اور قدر و قیمت میں اور اضافہ ہوگیا۔

ترتیب و تزئین کے فرائض کی انجام دہی میں میرے بھائی پیرزادہ سید محمد انعام الحق رشیدی شاہ آمری چشتی قادری اور پیرزادہ سید محمد ضیاء الحق بصیری شاہ آمری چشتی قادری نے میرا بھرپور تعاون کیا۔

میرے نسبتی برادر جناب ڈاکٹر سجاد ظہیراحمد رحیمی شاہ آمری یم،بی،بی،ایس۔یم،ایس۔(بنگلور) نے بھی اس سلسلے میں اپنے مفید مشوروں سے میری رہنمائی فرمائی۔

میرے بہ جان عزیز برادرِ طریقت (جنہیں میں اپنا چھوٹا بھائی سمجھتا ہوں)جناب وراثت اللہ شاہ آمری چشتی قادری (ہسکوٹہ ،کرناٹک) نے اس کتاب کی طباعت کا بیڑہ اٹھا کر مجھ سے بحسن و خوبی محبت اور دوستی کا حق ادا کیا ۔

حق تعالیٰ ان سب کو دونوں جہاں میں اپنی خصوصی نعمتوں اور رحمتوں سے مالامال فرمائے

محوِ سجود کے حاشیہ میں جابجا اس ایمانی صداقت کو اجاگرکرنے

کی کوشش کی گئی ہے کہ طریقت و حقیقت و معرفت اورشریعتِ مطہّرہ میں کبھی ٹکراؤ کی صورتحال نہیں پیدا ہوتی اور ہر وہ حقیقت جس کا شریعتِ مطہرہ انکار کرتی ہے وہ گمراہی اور بے دینی کے مترادف ہے۔

وحدۃ الوجود ایک جداگانہ حقیقت ہے اور خدائے تعالیٰ کی ذاتِ بزرگ و برتر اور اس کے بندوں کی ذاتوں میں جو حقیقی فرق و امتیاز اور غیریتِ واقعی پائی جاتی ہے وہ ایک جداگانہ حقیقت ہے ، دونوں سچائیوں پر صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارھم یقینِ کامل رکھتے ہیں۔

میں دل کی گہرائیوں سے حق تعالیٰ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت قبلہ والدِ ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور ان کے فیضِ صحبت سے تشنگانِ علم و معرفت کو مدتوں سیراب کرے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

فقط: طالبِ دعا

سید محمد رضاء الحق علیمی شاہ آمری

تقریظ

از اعلیٰحضرت عظیم البرکت سید نور اللہ شاہ نوری حسنی الحسینی چشتی قادری دامت برکاتہم خلفِ اکبر و سجادہ نشین حضرت نور المشائخ سید نوری شاہ حسنی الحسینی چشتی قادری قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

امابعد

مرشدی و مولائیٔ حضرت والدِ محترم نور المشائخ الحاج سید نوری شاہ قدس سرہ العزیز کے خلیفہء خاص الحاج سید محمد عمر آمر کلیمی شاہ صاحب مدظلہٗ کو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ سعادت عطا فرمائی کہ وہ اپنے شیخ عالی مقامؒ کے ارشادات و تعلیماتِ حقائق و اسرار سے ایسے نوازے گئے

کہ سارا سلسلۂ نوریہ آپ پر فخر کرتا ہے ۔ آپ کو والدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد سے زیادہ چاہا اور اپنی محبت اور عنایتوں سے سرفراز فرمایا. تصرف و توجہ اور دعاؤں کے ذریعہ شب و روز آپ کی ترقیٔ درجات کے لئے کوشاں رہے اور آج آپ قال کی منزلوں سے گذر کر راہِ عشق کے شہ سواروں میں ہیں اور صاحبِ حال و کیف و مستی سے سرشار یکتائے روزگار فرد کی حیثیت سے فیض رسانِ عالم ہیں . من اللہ فرید الدہر ، وحید العصر کے خطاب سے مخاطب ہوئے اور اس کا مصداق بن کر عالم آشکار ہیں . حضرت قبلہ والدِ محترمؒ نے صفتِ کلام سے منسوب فرماتے ہوئے کلیمی شاہ کےخطاب کے ذریعہ روشناسِ عالم فرمایا اور آج آپ خطیبِ بے بدل ، شاعرِ بے مثل کی حیثیت سے نمایاں ہیں وزن اور قافیہ کے میزان پر تلنے والے شعراء فی زمانا بہت مل جائیں گے ، اور اسی طرح تخیلات وتصورات کی دنیا بسانے والے شعراء کی بھی بہتات ہے لیکن الٰہیات وحقائق کے اظہار کے لئے جن کا قلم اٹھے ایسے شعراء عنقا ہیں .پیرانِ سلاسل میں اظہارِ حقائق کے لئے جنہوں نے

شعر کے پیرایہ کو اختیار فرمایا اس سرمدی سلسلہ کی ایک تابناک کڑی حضرتِ آمرؔ ہیں . آپ کے کلام کو بجا طور پر الہام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے فیضان سے سارے عالم کو منور فرمائے اور آپ کے کلام کو قبولِ عام نصیب ہو۔آمین ثم آمین

دعا گو

سجادہ نشین سلسلۂ نوریہ

دو چار باتیں

مجھے شاعری کا دعویٰ کبھی نہیں رہا ۔ شاعری جذبات نگاری اور خیالات کی عکاسی کا نام ہے لہٰذا میں نے اپنے احوال و مواجید ، جذبات و کیفیات کو قالبِ شعر میں ڈھالنا شروع کردیا ۔ اس عمل سے میرا مقصد مشاعروں میں داد وصول کرنا تھا نہ خود کو شاعر و ادیب منوانا۔ میری شاعری تصوف و سلوک کی وجد آفریں فضاؤں کی کیف آگیں یادوں کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش ہے ۔ اس کے علاوہ میرے نزدیک میری شعر گوئی منازلِ سلوک کی تفہیم و تشریح اور طریقت کی اہمیت و افادیت کی تلقین و تبلیغ کا ایک وسیلہ ہے ۔ زبان و فن کو میں نے کبھی در خور اعتنا نہیں جانا ۔ جو شعر جن لفظوں کا لباس پہن کر میرے ذہن میں نمودار ہوا میں نے صفحہء قرطاس پر اسے

جوں کا توں نقل کرلیا ۔ شاعری کے لئے موزونیٔ طبع شرط ہے ، سو وہ میری طبیعت میں پائی گئی لہٰذا میں شعر کہنے لگ گیا ۔مگر ربِّ کائنات کی عنایتوں کا کیا کہنا کہ اکثر اربابِ سلوک نے میرے کلام کی دل کھول کر تعریفیں کیں اور اسکی طباعت و اشاعت پر ایک مدت سے اصرار کرتے رہے ، چنانچہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہنا ہی پڑتا ہے کہ

قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدا داد است

تصوف میں میرا مسلک غیریتِ محضّہ ہے نہ عینیتِ محضہ ۔ وحدۃالوجود میرا ایمان ہے اور تعدُّدِ ذوات پر میرا یقین و اذعان ۔ الحاد وزندقہ حلول و اتحاد جیسے عقائدِ فاسدہ سے میرا اور میرے پیرانِ طریقت کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

میرا پیغام ہے ۔

محوِ سجود کی اشاعت پر میں صمیمِ قلب سے اپنے ربّ کریم کی بارگاہِ صمدیت میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے کلام کو اہلِ ذوق اور اربابِ نظر کی صفوں میں قبولیت بخشی اور رسولِ ہاشمی و مطلبی روحی فداہٗ ﷺ کے دربارِ گہر بار میں بے شمار درود و سلام کا نذرانہ بھیجتا ہوں جن کی عنایتوں نے مجھے شہنشاہِ ولایت حضور سرکار سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہٗ کی نسبت اور آپکی تعلیمات کو نثر اور نظم میں پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

آخر میں مَیں اپنے خلفِ اکبر شاگردِ رشید اور خلیفۂ خاص پیرزادہ سید محمد رضاء الحق علیمی شاہ آمری جو میرے اس مجموعۂ کلام کے مرتب ہیں اور اس ذمہ داری سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوئے اور دوسرے فرزندِ دلبند پیرزادہ سید محمد انعام الحق رشیدی شاہ آمری اور تیسرے لختِ جگر نورِ نظر پیرزادہ سید محمد ضیاء الحق بصیری شاہ آمری جن کے مفید مشوروں اور بھرپور تعاون سے پیرزادہ سید محمد رضاء الحق علیمی شاہ آمری نے میرے اس مجموعۂ کلام کی ترتیب و اشاعت کے مراحل طے کئے ہیں،

کے حق میں دست بہ دعا ہوں کہ ربِّ قدیر اِن کی عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائے اور ان سے دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت ، نصرت و حمایت کا کام لے ۔ اور ان کو ، ان کی نسلوں کو دونوں جہاں میں سُرخرو اور کامیاب کرے۔

آمین بجاہِ سیّد المرسلین

دعا جو

آمر کلیمی شاہ نوری

اِنتساب

میں زیرِ نظر شعری مجموعے ''محوِ سجود'' کو بصد
خلوص وعقیدت تاجدارِ اولیاء شہنشاہِ بغداد قطب الاقطاب
غوث الثقلین سیدی سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے
نامِ نامی اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں کہ انہیں
کی نسبت میرا سرمایہء حیات اور وسیلہء نجات ہے۔

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہء گل شود بس است

آمر کلیمی شاہ نوری

قطعہء تاریخِ اشاعتِ کتاب ''محوِ سجود''

شاہ آمر نوشت ''محوِ سجود''
کاشفِ صد حجاب و نور افزا
فکر کردم برائے تاریخش
ہاتفم ''شمسِ بازغہ'' گفتا

۱۴۱۵ھ

از:۔بدر الحسن بدر جمالی

قطعۂ تاریخ

”کتاب محوِ سجود خزینۂ حقائق“

۱۴۱۵ھ

فرحتِ دل ہو حصول اور ہو تسکینِ روح
ہو کے جو محوِ سجود اس کو پڑھیں ایک بار
سالِ اشاعت کہا عیسوی ہاتف نے یوں
ہاں۔ ”یہی محوِ سجود جس کا رہا انتظار۔“

۱۹۹۴ء

نتیجۂ فکر :۔ اعظم الشعراء حضرت محمد عبد العزیز عادلؔ مدراسی رنگین رقم

فہرستِ کلام

عشق و معرفت، پند و موعظت

نعتیں

مناقبِ نوری رح

قندِ پارسی

کلامِ عربی

شکر للہ کہ نہ مردیم و رسیدیم بہ دوست
آفریں باد بریں ہمتِ مردانہء ما

(سرکار سیدنا غوثِ اعظمؓ)

نقابِ ہستیِ خود را تو از میاں بردار
دگر بہ بیں کہ جمالِ کہ می شود پیدا
(حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ)

وَلَوْ لَاہُ وَ لَوْ لَانَا
فَمَا کَانَ الَّذِی کَانَا

(شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ)

من نیم جنسِ شہنشہ دور ازو
لیک دارم در تجلّی نور ازو

(مولانا رومؒ)

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظؔ از میاں برخیز

(خواجہ حافظؔ شیرازیؒ)

معرفت کی ہوا میں اُڑنے کو
عینیت غیریت دو پر ہونا

(حضور شاہ کمالؒ)

جمعِ اضداد کے سوا غوثیؔ
عارفوں میں کہو ہنر کیا ہے

(پیر غوثی شاہؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ بے حد

جدھر بھی ہے نظر ڈالی ادھر تصویر ہے تیری
کہیں تعریف ہے تیری کہیں توقیر ہے تیری
ہٹا نظروں سے جب عالم تصور میں جگہ لے لی
یہاں تصویر ہے تیری وہاں تنویر ہے تیری
جہاں بھی کچھ کھٹک پائی صدا آئی تو یہ آئی
ہر اک آواز میں شاہا کھلی تقریر ہے تیری
ہوا جو کچھ جہاں میں اور جو ہوگا وہ مقدر ہے
اسی کو قدر کہتے ہیں یہی تقدیر ہے تیری
کہیں شاہی تری دیکھی کہیں ہے سلطنت تیری
کہیں تحمید ہے تیری کہیں تکبیر ہے تیری

محمدؐ نورِ مطلق ہے ظہورِ حق کا مظہر ہے
دریں آئینۂ احمد ، احد ! تصویر ہے تیری
پتہ اسکا یہی آمر جہاں تو ہے وہاں وہ ہے
کہ تُو نَے ہے ، نَوا اسکی ، یہی تفسیر ہے تیری

مَستِ اَلَست

تمہاری یاد ہے تم ہو تمہارے ماسوا کیا ہے
یہاں کیا ہے وہاں کیا ہے زمیں کیا ہے سما کیا ہے
کسی کو دیکھنا اور پوچھنا پھر دل لگانا کیا
تمہارے ماسوا میں بھی تمہارے ماسوا کیا ہے
تمہاری ہی قسم تم کو بتاؤ تم سا کوئی ہے
تمہیں یکتائے عالم ہو تو ما کیا ہے شما کیا ہے
مکین و لامکاں تم ہو مکاں تم ہو زماں تم ہو
تمہیں سب کچھ رہے ہم میں ہمارا اب رہا کیا ہے
تمہیں کو دل میں رکھنا ساتھ رہنا تم پہ مر مٹنا
یہی اک کام رہتا ہے ہمیں اس کے سوا کیا ہے
یہی اک شوق ہے دل اب تمہارا ہی فدائی ہو
فدا کرنے کو اب تم ہی کہو خزف گدا کیا ہے

تمہارا غیر کیا جانے کہ ہم کیا ہیں تمہیں جانو
تمہارے خنجرِ قاتل نے ہم کو کر دیا کیا ہے
پکڑ کر دامنِ نوری تمہارے در پہ آیا ہوں
وسیلہ ہے تو یہ ہے آسرا اس کے سوا کیا ہے
بروزِ حشر آمرِ حق یہ پوچھے ساتھ میں کیا ہے
تو کہدوں ساتھ میں تو ہے تو پھر تیرے سوا کیا ہے

نور و ظہور

مکین[1] تم ہو مکان تم ہو تمہیں بتاؤ حجاب کیا ہے
جہاں میں عینِ جہان تم ہو سوا تمہارے جناب کیا ہے
تمہیں ہو ساکن ہر اک مکاں میں تمہیں ہو جلوہ نما زماں میں
بتادیا ہم کو اَینَما میں خود اپنا چہرہ نقاب کیا ہے
ہو اوّلیت کہ آخریّت ہو ظاہریّت کہ باطنیّت
ہر اک میں تم ہو ہر اک تمہیں ہو تو پھر کسی کا حساب کیا ہے
تمہاری باتوں کو سُن رہے ہیں تمہارے ہاتھوں بنے ہوئے ہیں
مقام تم نے دیا ہے ہم کو کسی کا اب انتخاب کیا ہے
مقامِ رب کی حقیقتوں سے ذرا بھی واقف جو ہو چکا ہے
تو وہ کہے ماسوا کا عالم بجز نمودِ سراب کیا ہے

---

[1] اس کلام میں جہاں عینیتِ حقیقی کا اثبات ہے وہاں غیریتِ حقیقی کی نفی متصور نہیں ہے

علوم دنیا میں مختلف ہیں تجلیاتِ علیم سب ہیں
خبیر سے ہی پتہ لگے گا علوم کیا ہیں کتاب کیا ہے
حیات کے ہر طرف ہیں چرچے اسی کے طالب ہیں سب اگرچہ
خبر نہیں ہے ممات کیا ہے حیات کا انتساب کیا ہے
وجود کے بحر میں عدم کا مقام کیا ہے قیام کیا ہے
اگرچہ آتا نظر ہے لیکن ذرا تو سوچو[1] حباب کیا ہے
کرم نہ ہوتا جو ان کا آمرؔ یہ راز کب آشکار ہوتا
اگر نہ نوری سا شیخ ملتا تو اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہے

---

[1] حضرت مصنف دامت برکاتہم جویائے حقیقت سے مخاطب ہیں

راز ہی راز

مری آنکھوں میں تم ہو دل میں تم ہو جانِ جاں تم ہو
زمین [1] و آسماں تم ہو مکیں ہو خود مکاں تم ہو
تمہیں ہو اب نظر میں اور خارج میں مناظرؔ میں
منوّر ہو منوّر ہو، یہ تنویرِ جہاں تم ہو
تمہیں ہو ہر جگہ اور تم نہیں تو پھر کوئی کیا ہے
بہ صورت خود عیاں تم ہو بہ معنیٰ خود نہاں تم ہو
یہاں اب بات ایسی کچھ سمجھنے کی بھی آتی ہے
مری صورت لئے آئے میں صدقے جانِ جاں تم ہو
مری سب کامرانی تم مری اب زندگانی تم
مرے [2] اب جسم میں دل میں بسے ہو جانِ جاں تم ہو
رہا اب دو جہاں سے واسطہ کچھ بھی نہیں مجھ کو
تمہیں جب مجھ میں ہو تو کیوں نہ بولوں جانِ جاں تم ہو

---

[1] باعتبا وحدۃ الوجود [2] معیتِ حق با خلق

نگاہیں صاف اپنی ہیں بنا دل آئینہ خانہ
مکیں دل میں ہو، آئینہ جہاں دیکھوں وہاں تم ہو
ھُوَ مَعَکُم [1] کہا پھر بھی کسی کو ہوش کب آیا
وَفِی اَنفُس [2] کہا پر کوئی کیا سمجھا کہاں تم ہو
ھُوَ الظّاہِر [3] کہا تو کہدیا قدرت ہی ظاہر ہے
ھُوَ البَاطِن [4] سے سمجھے ہم عیاں ہیں اور نہاں تم ہو
پتے اُس نے تو اپنے ہرطرح سے سب کو دے ڈالے
ہمیں یہ کہدیا تم کچھ نہیں میں ہوں جہاں تم ہو
کتابُ اللہ رہی موجود اور اسرار سارے تھے
پتہ نوری پیا نے یہ دیا کہ جانِ جاں تم ہو
خدا نے اس کو تیری رہبری کے واسطے بھیجا
تو آمرؔ اس پہ قرباں ہو کے کہدے جانِ جاں تم ہو

---

[1] وَھُوَ مَعَکُم اَینَمَا کُنتُم (قرآن شریف) [2] وَفِی اَنفُسِکُم اَفَلا تُبصِرُون (قرآن شریف)
[3] [4] ھُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیئٍ عَلِیم (قرآن شریف)

حالِ بسمل

تمھیں پر رات دن شیدا مرے آقا مرا دل ہے
بہت بیتاب ہوں دردِ جگر سے حالِ بسمل ہے
کوئی ہو یا نہ ہو تم ہو تمہاری ہی مجھے دھن ہے
تمہارے غیر کا اب تذکرہ بھی سمّ قاتل ہے
جہاں سے اور جہاں والوں سے مجھ کو واسطہ کیا ہے
کسی کو فکرِ روزی ہے کوئی محوِ مشاغل ہے
کسی کو کیا سناؤں اور کوئی کیا سن سکے میری
تمہارے ماسوا میں کون کچھ سننے کے قابل ہے
جو بحرِ ماسوا ہے اس میں اب ہر دم تلاطم ہے
سکون و امن کا میرے لئے تیرا ہی ساحل ہے
کوئی طالب ہے دنیا کا کوئی طالب ہے عقبیٰ کا
میں کس کی ہوں طلب میں دیکھ لو حاظر مرا دل ہے

اگر دو یا نہ دو مرضی تمہاری تم تو مالک ہو
مگر اس آستانے سے نہ جائے گا وہ سائل ہے
کوئی اب قابلیت مجھ میں باقی ہی نہیں آقا
توسّط کے لئے توری پیا بس ایک قابل ہے
اُسی کے واسطے سے کچھ مری اب سن بھی لے مولا
تو بولے آمرؔا یہ بات بس سننے کے قابل ہے

جذب و سلوک

یہ زندگی تمہاری ہے تم پر فدا رہے
ہر دم تمہاری یاد رہے تذکرہ رہے

تم[1] دل میں ہوکہیں تو کہوں لامکاں کیوں
اتنا پتہ جسے بھی رہے با خدا رہے

اب[2] تو زمین ہے نہ کہیں آسمان ہے
غیرِ خدا نظر سے ہٹے بس خدا رہے

صورت[3] بدل بدل کے بھی آؤ تو کیا ہوا
ہر مرتبہ فنا میں تمہاری بقا رہے

بس[4] جسم میں تمہیں ہو مری جان و دل میں تم
دل میں تمہاری یاد زباں پر ندا رہے

---

[1] یعنی حق تعالیٰ باوصف زمان و مکان سے منزہ ہونے کے دلِ مومن میں جلوہ فرما ہیں
[2] باعتبارِ وجودِ خارجی نہ کہ از روئے ثبوتِ علمی، یہاں حقائق اشیاء کا انکار مقصود نہیں ہے
[3] اس شعر میں تجددِ امثال (جو تصوف کا اہم مسئلہ ہے) پر روشنی ڈالی گئی ہے
[4] اس شعر کا حلول و اتحاد کے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے

ایسے شفیق تم ہو کہ تم سا کوئی نہیں
بھولے ہوؤں کی یاد میں بھی تم سدا رہے

دشمن تمہارے ہیں بھی تو تم سے ہی پلتے ہیں
تم جتنا ان کے ساتھ رہے وہ جدا رہے

تم ہو کریم اور غفور و رحیم ہو
اس سے بڑا غریب کو کیا آسرا رہے

اپنے کرم سے تم نے ہمیں شاد کردیا
محروم کب کرم سے تمہارا گدا رہے

ایمان اور عمل پہ رکھا ہے مدارِ دیں
یہ ہے کمالِ دین کہ فضلِ خدا رہے

اس سے زیادہ اور کہو کیا بتاؤں میں
اس طرح ہو فنا کہ نہ ما و شما رہے

اسرار ہیں کہیں تو یوں احکام ہیں کہیں
ان میں خدا رہے تو وہاں مصطفیٰ رہے

آمر کی کیا بساط ہے اسرار جو کہے
نوری پیا کے سامنے وہ آئنہ رہے

خیالِ یار

مجھے اُن کی یاد ہے رات دن مجھے اب انہیں کا خیال ہے
نہ جہاں کی دل میں ہے آرزو نہ کسی سے میرا سوال ہے
کوئی خود پرستی کا منچلا ، کوئی بت پرستی میں مبتلا
میں خدا کی کھا کے قسم کہوں نہ یہ قرب ہے نہ وصال ہے
کوئی مال کے ہے خیال میں کوئی عشقِ حسن و جمال میں
نہ کسی کے پاس یہ رہ سکے اِنہیں رات دن کا زوال ہے
کبھی مجھ سے پوچھ حقیقتیں وہ ہوں نار کی کہ نعیم کی
مرے یار کی دو تجلیاں ، وہ جلال ہے یہ جمال ہے
ترا نام لے کے جو نوریا میں نے مانگا اس سے وہ دیدیا
کہا آمرا تو نہ رنج کر ہمیں کب نہ تیرا خیال ہے

فیضانِ باری تعالیٰ

یہ کون و مکاں سارا سامان تمہارا ہے
ہم ہوں تو عجب کیا ہے دشمن بھی تمہارا ہے
آکاش میں دھرتی میں اجرام کی بھرتی میں
ہر پتّی میں رتّی میں فیضان تمہارا ہے
اس بحرِ خلائق میں ہر آن تلاطم ہے
ہے خلق میں طغیانی خالق ہی کنارا ہے
کیا تجھ کو کمی بتلا سب تیرے ہیں تو مولا
اپنا بھی نہیں اپنا تو ایک ہمارا ہے
یہ جسم بھی اب مجھ کو ہر طرح ستاتا ہے
تم چاہو تو اچھا ہو بیمار تمہارا ہے
اب بھیک بھی مولا سے مانگیں گے تو یوں مانگیں
وہ دے جو محمدؐ کا صدقہ ہے اتارا ہے

اب تک تو پلے یوں ہی امید ہے، ہو یوں ہی
یعنی کہ محمدؐ کے صدقے میں گذارا ہے
یہ جسم تمہارا ہے یہ دل بھی تمہارا ہے
یہ جان تمہاری ہے گھر بار تمہارا ہے
نوری کے توسط سے اس نے ہے سنی میری
فرمایا کہ اے آمرؔ ہاں اب تو ہمارا ہے

برقِ تجلّی

دو جہاں کو کون پوچھے اُن کے مل جانے کے بعد
اُن سے اچھا ہو تو ڈھونڈیں اُن کے مل جانے کے بعد
اک تجلّی نے ہمیں باقی ہی رکھ چھوڑا نہیں
آرزو ہی کیا رہی پہلو سے دل جانے کے بعد
نیست دنیا در نگاہم ، نیست عقبیٰ در دلم
نیست چیزے دو جہاں ان پر نظر جانے کے بعد
ہے فنا اپنی یقیناً اور بقا ان کی یقیں
اب فنا کی ہے فنا باقی سے مل جانے کے بعد
اِنّی عبدٌ ضعیفٌ اِنّہٗ رَبٌّ قَوِی
ان کی قوت سے ہے سب کچھ ان سے مل جانے کے بعد
زندگی تم سے ملی ہے جسم بھی اور جان بھی
بندگی ہی زندگی ہے بندہ بن جانے کے بعد

موت ہو یا زندگی ہو یا بقا ہو یا فنا
ذوق کی سب منزلیں ہیں ان سے مل جانے کے بعد
زندگی یابم ازو یک زندگی دیگرے
سب کو زندہ کر رہا ہوں ان پہ مر جانے کے بعد
اکتسابِ نور ہر دم من زِ نوری می کُنم
خود منوّر ہورہا ہوں اُس سے مل جانے کے بعد
نکتہء عرفانِ حق در گوشِ من نوری بگفت
آمرا تو او شدی خود سے گذر جانے کے بعد

شرابِ عرفان

سنبھل سنبھل کر تمہیں سے پوچھوں شراب تم نے پلائی کیا ہے
نہ ہم رہے اور نہ وہم باقی نگاہ تم نے لڑائی کیا ہے
جلے ہیں ہم عشق میں تمہارے مثالِ پروانہ عاشقانہ
کسی نے پوچھا تلک نہیں ہے کہ حال تیرا فدائی کیا ہے
جہاں نے مجھ کو بہت ہے دیکھا کہ ابتدا کیا تھی انتہا کیا
سنوارا نوری پیا نے مجھ کو وگرنہ میری کمائی کیا ہے
کرم ہے اسکا کہ اس نے مجھ کو عدم دکھایا قِدم دکھایا
کہ علم وہ دیدیا ہے جس سے سمجھ رہا ہوں خدائی کیا ہے
کریم تجھ کو ہے واسطہ اب ترے ولی کا ترے نبی کا
انہیں کی خاطر تو عفو کردے وگرنہ مجھ میں بھلائی کیا ہے
کسی کو ہے جستجوئے دنیا کسی کو ہے آرزوئے عقبیٰ
تو مدعا ہے تو آرزو ہے سوا ترے یا الٰہی کیا ہے
قبولیت کا ہے وقت آمرؔ دعا سے کیوں اب نہ کام لے لوں
فدائے نوری ہو جان میری وگرنہ پھر حق ادائی کیا ہے

کیمیائے ہستی

ذرا وہم کا اپنے پردہ اٹھا کر ، یہیں دیکھ لے کون ہے اور کیا ہے
وہیں گر خدا ہے وہیں دیکھنا ہے ، تو آخر یہاں کون ہے اور کیا ہے
تو آفاق میں اسکو ڈھونڈیگا کب تک اور آیات و آثار سوچے گا کب تک
تمنا اگر دیکھنے کی ہے تجھ کو ، تو آ میں دکھاؤں تجھی میں خدا ہے
وہ تجھ میں ہے ایسا کہ وہ تو نہیں ہے، تُو اس میں ہے ایسا کہ تُو وہ نہیں ہے
تُو اس سے ہے ظاہر وہ تجھ میں عیاں ہے، تُو بندہ ہے اسکا وہ تیرا خدا ہے
وہ ساتھی ہے تیرے سفر اور حضر کا ، اسی سے ہے سامان اس رہ گذر کا
تُو محدود بندہ ہے مطلق وہ مولا ، وہ بے ابتدا اور بے انتہا ہے
ترے سر سے پا تک وہ جلوہ نما ہے ، اور آفاق میں جلوۂ ایَنَما ہے
وہی تھا وہی ہے وہی اک رہے گا ، اسی کے خیالوں میں عالم بسا ہے
ترے وہمِ باطل سے اب دور ہو جا ، تُو عینِ خدا ہو کے مسرور ہو جا
یہ سارا جہاں چھوڑ دے کچھ نہیں ہے ، تجھے کیا کمی جبکہ تیرا خدا ہے

ترا ساتھ اس کے سوا کون دیتا ، ترے پاس اسکے سوا کون رہتا
تُو اس سے جدا ہے یہ تیری خطا ہے ، جو نقطہ گرا ہے وہی اک برا ہے
کسی نور والے سے مل کر سنبھل جا ، تُو نوری پیا کے سنوارے سنور جا
خراب اور خستہ تھا آ کر ہر اک جا، یہ صدقہ ہے اسکا جواب با خدا ہے

تصویرِ جاناں

ہماری اب نگاہوں میں بسی تصویرِ جاناں ہے
زمیں کیا، آسماں کیا، ذرہ ذرہ عینِ جاناں ہے
یہ عالم کیا ہے اسمیں کون ہے اور کس کا جلوہ ہے
وہی ہے، غیر اسکا یاں نہیں ہے عینِ ایماں ہے
سفر کیا ہے، حضر کیا ہے، گذر کیا ہے، وطن کیا ہے
ہر اک منزل میں راحت ہے اگر نزدیک رحماں ہے
زمیں کیا ہے، ہمارے واسطے آغوشِ رحمت ہے
یہ ساتوں آسمانوں میں ہمارا ساز و ساماں ہے
چمن آرائیاں کیا ہیں ، یہ بلبل بولیاں کیا ہیں
خدا کو اِن میں دیکھے گا سنے گا جسکو عرفاں ہے
اٹھا کر وہم کا پردہ یہیں دیدار کرتا جا
ھُوَ الظّاہِر پہ تھوڑا بھی اگر یاں تجھکو ایماں ہے

جو وہمی پردہ ہٹ جائے تو بس اللہ ہی اللہ ہے
یہاں عالم ہی سب گم ہے ہُوا کیا عقل حیراں ہے
وجودِ حق کو پانا ہے تو خود معدوم بننا ہے
پھر اپنی منزلِ مقصود بس معلومِ یزداں ہے
ترے اک وہم نے دھوکہ دیا اور تو پھنسا اس میں
اسی میں عالمِ دنیا پریشاں اور نالاں ہے
ترا مالک ، ترا مولیٰ ، ترا خالق ، ترا آقا
تو کوسوں دور سمجھا ہے، وہ اقرب از رگِ جاں ہے
تجھے آمرؔ یہ رہ کس نے دکھائی، گر کوئی پوچھے
قسم کھا کر کہوں نوری پیا کا مجھ میں فیضاں ہے

تصویرِ جاناں

ہماری اب نگاہوں میں بسی تصویرِ جاناں ہے
زمیں کیا، آسماں کیا، ذرہ ذرہ عینِ جاناں ہے
یہ عالم کیا ہے اسمیں کون ہے اور کس کا جلوہ ہے
وہی ہے، غیر اسکا یاں نہیں ہے عینِ ایماں ہے
سفر کیا ہے، حضر کیا ہے، گذر کیا ہے، وطن کیا ہے
ہر اک منزل میں راحت ہے اگر نزدیک رحماں ہے
زمیں کیا ہے، ہمارے واسطے آغوشِ رحمت ہے
یہ ساتوں آسمانوں میں ہمارا ساز و ساماں ہے
چمن آرائیاں کیا ہیں ، یہ بلبل بولیاں کیا ہیں
خدا کو اِن میں دیکھے گا سنے گا جسکو عرفاں ہے
اٹھا کر وہم کا پردہ یہیں دیدار کرتا جا
ھُوَ الظَّاھِر پہ تھوڑا بھی اگر یاں تجھکو ایماں ہے

جو ہی پردہ ہٹ جائے تو بس اللہ ہی اللہ ہے
یہاں عالم ہی سب گم ہے ہُوا کیا عقل حیراں ہے
وجودِ حق کو پانا ہے تو خود معدوم بنتا ہے
پھر اپنی منزلِ مقصود بس معلومِ یزداں ہے
ترے اک وہم نے دھوکہ دیا اور تو پھنسا اس میں
اسی میں عالمِ دنیا پریشاں اور نالاں ہے
ترا مالک ، ترا مولیٰ ، ترا خالق ، ترا آقا
تو کوسوں دور سمجھا ہے، وہ اقرب از رگِ جاں ہے
تجھے آمرؔ یہ رہ کس نے دکھائی، گر کوئی پوچھے
قسم کھا کر کہوں نوری پیا کا مجھ میں فیضاں ہے

جانِ تمنّا

تم دل کے مکیں ہو دل بھی ہو، دل تمکو دکھائے جاتے ہیں
سنتے ہو سناتے تم ہی ہو ، ہم تم کو سنائے جاتے ہیں

تم دور نہیں ہو ہم سے کہیں، ہم دور نہیں ہیں تم سے کہیں
تم ہم میں ہو اور ہم تم میں یقیں، یہ راز سنائے جاتے ہیں

ہستی ہے تو تم سے باقی ہے، مستی ہے تو تم سے طاری ہے
بستی ہے تو تم سے بستی ہے، ہم تم سے بسائے جاتے ہیں

ہم سب سے جدا اور تم پہ فدا ، بس ناز ہے ہم کو تم ہو خدا
بس حمد کے ہر آں عالم میں ، ہم راگ الاپے جاتے ہیں

جیتے ہیں تمہاری خاطر ہم، مرنے بھی تمہیں پر حاضر ہم
جو چاہو تمہاری خاطر ہم، کرتے ہیں کرائے جاتے ہیں

آباد کریں ، برباد کریں ، یا شاد کریں ، ناشاد کریں
مرضی پہ انہیں کی ہر آں ہم، سر اپنا جھکائے جاتے ہیں

کیا جانیں تمہاری مرضی ہم، کس طرح کریں اب راضی ہم
تو [1] بولے ہماری مرضی ہم، نوری میں دکھائے جاتے ہیں

بس بات سمجھ میں آ ہی گئی، اور ہاتھ میں دامن آ بھی گیا
قدموں پہ ہم آمرؔ نوری کے، گر گر کے منائے جاتے ہیں

[1] ۔حق تعالیٰ کا بذریعہء الہام دیا ہوا جواب۔

ذوقِ زندگانی

تمہاری یاد میں اب ذوقِ زندگانی ہے
اسی سے جیتے ہیں اور زندگی سنواری ہے
تمہاری یاد کی تنویر سے منور ہیں
یہی ہے شمع جو ہر راہ میں جلانی ہے
زمیں رہے نہ رہے، آسماں رہے نہ رہے
تمہارے رہنے کو دل میں جگہ بنائی ہے
تمہارا عرش تو مانا کہ سب میں عالی ہے
غریب خانہء دل مدتوں سے خالی ہے
تمہیں غنی ہو، تمہارے سوا دھنی ہی نہیں
فقیر اپنا بنایا ہے مہربانی ہے
ہماری ذات بُری اور برائی اپنی ہے
بھلائی تم میں ہے اور تم سے ہم نے پائی ہے

کلیم تم ہو ، تمہارے سوا کلیم نہیں
تمہارا صدقہ، زباں میں جو یہ روانی ہے
بنایا اپنا ہے تو لاج اتنی رکھ لینا
بگڑ نہ جائے محمدؐ کی یہ نشانی ہے
ذرا سنبھل کے تو رحمت کو دیکھ اے آمر
کہ ساتھ حق نے جماعت ترے لگائی ہے

خلوت در انجمن

جب اپنی کھلیں آنکھیں جانانہ نظر آیا
جُز اس کے کوئی ہم میں ، بستا نہ نظر آیا
اک دور تھا دنیا کو آباد سمجھتے تھے
ہر طرح سے اب عالم ، ویرانہ نظر آیا
مخلوق نگاہوں میں جچتی تھی جب آتی تھی
اب تو کوئی آنکھوں میں جچتا نہ نظر آیا
بے ذوق ہے سب عالم، بے کیف ہے ہر ذرّہ
آبادی کا ہر نقشہ ویرانہ نظر آیا
کثرت سے توحّش ہے، وحدت کی طرف رخ ہے
عالم کا ہر اک جلوہ ، افسانہ نظر آیا
اب تیری محبت میں ، جلنے کی تمنا ہے
اس طرح جلوں کوئی ، جلتا نہ نظر آیا

ظاہر میں لبوں پر ہیں آثار تبسم کے
باطن میں کوئی مجھ سا روتا نہ نظر آیا
وحشت نے مجھے گھیرا آفاق میں انفس میں
تجھ بن مرا اب کوئی ، رَستا نہ نظر آیا
جب دل پہ گھٹا چھائی، ہاتف سے ندا آئی
آ ! حال ترا ہم کو مردانہ نظر آیا
فیضانِ خداوندی ہر آن ہے یوں جاری
نوری سے جدا آمرؔ ہوتا نہ نظر آیا

جامعِ اضداد

کیا عجب ہے سب میں رہ کر سب سے پھر تنہا بھی ہے
آنکھ سے غائب بھی ہے اور پھر نظر آتا بھی ہے
جو ہے منگتا وہ دنی ہے جو ہے داتا وہ غنی
ہر طرف جلوہ نما منگتا بھی ہے داتا بھی ہے
ہے ۱ منزہ وصفِ بشری سے یقیناً ذاتِ حق
سرحدِ تشبیہ میں بندہ بھی ہے مولا بھی ہے
ذات ۲ لاثانی ہے تیری ، شان سبحانی تری
باوجود اس کے ہمارے ساتھ تو رہتا بھی ہے
صیدِ ماہی ۳ کے لئے جاتا ہے کوئی بحر تک
فضل ہو تو لے کے ماہی آگیا دریا بھی ہے
غافلو کرتے ہو کیا کہتے ہو کس سے حاجتیں
خلق میں اتنا تو بولو کوئی اک شنوا بھی ہے؟

اک طرف غالب ہوں سب پر اک طرف عاجز ہوں میں
اک طرف مجھ میں ہے دریا اک طرف قطرہ بھی ہے
اک طرف کچھ بھی نہیں ہوں نیست ہوں نابود ہوں
اک طرف رخ سب میں اعلیٰ ہو کے پھر ادنیٰ بھی ہے
اک طرف آمرّ ہے خاکِ پائے نوری بالیقیں
اک طرف ادنیٰ ہے ایسا ہر طرف اعلیٰ بھی ہے

۱ ساتھ تنزیہ کے تشبیہ کا جامع ہونا : طرز ایرادنہ اشکال نہ الزام کی ہے (حضرت شاہ کمالؒ)
۲ واجب الوجود سے خطاب ۳ تلمیح

ترکِ علائق

سب سے اب چھوٹ کے ہم اس سے لگے بیٹھے ہیں
کیا خبر کس کو کہ ہم کس سے ملے بیٹھے ہیں

آئے کوئی کہ نہ آئے ہمیں پرواہ کیا ہے
ہم دو عالم سے نظر بند کئے بیٹھے ہیں

اللہُ اللہُ سے لطف عجب آنے لگا
ذکر کے کیف کی لذّات لئے بیٹھے ہیں

لاکھ جلوت ہو فدا خلوتِ جاناں پہ یقیں
مئے وحدت کا لئے جام پئے بیٹھے ہیں

''ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را''
قال تھا صاحبِ احوال بنے بیٹھے ہیں

دینے والے ترے دینے کے میں صدقے جاؤں
جان و دل، جسم دئے جن سے جئے بیٹھے ہیں

یاد کی بات ہو یا یافت کی حالت کوئی
لب کشائی ہے کہاں ہونٹ سئے بیٹھے ہیں

آفتیں آتی ہیں پر ہلکی سے ہلکی ہوکر
سر سے ٹل جاتی ہیں پر ہم تو جمے بیٹھے ہیں

جب توکّل ہے تو غیروں کو سنانا کیا ہے
رَبُّنَا اللہ تو کہنا تھا کہے بیٹھے ہیں

حکم[۱] آنے سے بھی پہلے سے ہم عامل نکلے
فیضِ نوری کو لئے اور جئے بیٹھے ہیں

اب[۲] بھلا کس کو کوئی چاہے گا آمرؔ کہنا
بخدا جب کہ خدا ہی سے ملے بیٹھے ہیں

---

[۱] مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا کی طرف اشارہ ہے
[۲] مخلوق کی وہ محبت جو حق تعالیٰ سے دور اور غافل کر دیتی ہے ، واصلین کے دل سے نکل جاتی ہے۔

نشانِ منزل

پردہ کرتے بھی ہو اور پردے کے باہر بھی ہو
کیا عجب ہے کہ تمہیں باطن و ظاہر بھی ہو
تم کو اب کون سے ازمان[1] میں ڈھونڈوں مولا
تم تو ہر وقت سے اوّل بھی ہو آخر بھی ہو
تم جو دینے ہی پہ آجاؤ کوئی کیا روکے
لینے والا کوئی مومن ہو یا کافر بھی ہو
نہ رہا خوف و خطر دونوں جہاں کا مطلق
کیونکہ تم غافر و راحم بھی ہو ناصر بھی ہو
میں [2] تو عالم بھی نہیں عاملِ صالح بھی نہیں
اتنا بھی بس ہے مرا سر ترے در پر بھی ہو

---

[1] ازمان = زمانے
[2] اس سے عملِ صالح کی عظمت وقعت، اہمیت وافادیت کا انکار مقصود نہیں ہے۔ صرف اتنا کہنا مقصود ہے کہ اگر حق تعالیٰ فضل فرمادیں تو میرا یہ عمل کہ میرا سر ان کے آگے موجود ہے میرے لئے ذریعۂ نجات بن سکتا ہے

میری باتوں کی حقیقت کوئی مجھ سے پوچھے
کیوں نہ ہر بات عجب ہو مری نادر بھی ہو
جب حقیقت مری مجھ کو نظر آجاتی ہے
اس سے بھی بڑھ کے میں بدتر ہوں جو بدتر بھی ہے
مجھ سے افضل ہی نظر آتا ہے ذرہ ذرہ
کام کی چیز سمجھتا ہوں جو پتھر بھی ہو
اُن کی جب ذات پہ جاتی ہیں نگاہیں میری
تب[1] مقابل میں بتاؤ کوئی بہتر بھی ہو ؟
بس تمہارے ہی کرم کا ہے بھکاری آمرؔ
کوئی ہو، کچھ بھی ہو ، فاسق بھی ہو، فاجر بھی ہو

---

[1] استفہامِ انکاری [2] حضرت مصنف دامت برکاتہم نے انکساراً اپنی ذاتِ گرامی صفات سے فسق وفجور کا انتساب فرمایا ہے۔ کمالِ تواضع اسی کا نام ہے

کچھ اشارے

خودسے ہم خود کھوگئے کیا کردیا اک بات میں
سارا عالم ہٹ کے یاں سے رہ گیا اُس ذات میں
جو رہا بس وہ رہا اب میں رہا نہ تو رہا
بچ گئے رہنے سے ہم ہر بات کی آفات میں
وہم کی جب تھی خودی ہر آن ہوتی تھی بدی
اب تو اس جامے میں ہیں کیوں بھیگتے برسات میں
لَا اِ[1] سے سب کچھ چھین کر، اِلّا سے سب کچھ دے دیا
ہمکو کیا سے کیا کِیا بس اک نفی اثبات میں
وہم کا پردہ اٹھا تو خود نمایاں ہوگئے
اب وہ ہمکو ہر جگہ آئے نظر دن رات میں

---

[1] شیخ کامل کے ارشاد کا نتیجہ ''انائے باطلہ'' کی فنا ہوتا ہے اسی کو بیخودی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے
[2] ارشادِ شیخ نے

اپنی ہستی کا گماں تھا ہم کہاں موجود تھے
علم[1] کے نقشے تھے اس کے اور بسے تھے ذات میں
دور کردے وہم اپنا تو خدا تجھ کو ملے
پھر تری منزل پہ منزل ہے صفات و ذات میں
حق یہ بولے مانگتا کیا ہے؟ بتا تُو آمرا
واسطہ دیتا ہے جو نوری کا تو ہر بات میں

....

نوٹ:۔ اس کلام میں حضرت مصنف دامت برکاتہم نے اپنے احوال و واردات، کیفیات وجذبات کو عالمِ وجد میں سپردِ قلم کیا ہے۔ ان اشعار سے معاذ اللہ مخلوق کے وجودِ خارجی کا انکار مقصود نہیں ہے

---

[1] اعیانِ ثابتہ

بے ہمتا

سارے عالم میں تمہاری ذات کا ہمتا نہیں
تم سے سب ظاہر ہیں پر تم سا نظر آتا نہیں

ظاہر[1] و باطن تمہیں ہو اول و آخر تمہیں
غیر کا اب تو پتہ ہم سے کہیں چلتا نہیں

ناز ہے عالم کو اپنے علم پر اور فضل پر
ہم کو تم پر ناز ہے اس کے سوا آتا نہیں

پوچھنے والوں نے پوچھا آپ کو آتا ہے کیا
آپ سے سب کچھ بتایا خود سے کچھ آتا نہیں

جو پکارے آپکو فوراً جواب اس کو ملے
آپ کو مانگا تو پایا ورنہ کچھ ملتا نہیں

دیکھنے میں سب سے ہم ملتے ملاتے ہی رہے
تھا حقیقت میں کوئی رشتہ نہیں ناتا نہیں

---

[1] باعتبارِ وجود و شہود

یہ نظر جو ہے ملی کیسے ملی کس سے ملی
نوریا[1] میں کچھ نہ تھا تجھ سے اگر ملتا نہیں

آسرا تو زندگی قدموں پہ اُس کے کر فِدا
ایسا رہبر شمع لے کر ڈھونڈیو ملتا نہیں

---

[1] حضرت نور المشائخ قدس سرہ العزیز کی طرف اشارہ ہے

حجابِ نور

جس کو تمہارا ہو پتہ اسکا کہیں پتہ نہیں
اس کی نگاہ میں کوئی غیر خدا رہا نہیں
اب تو حجاب آپ سے باقی کوئی رہا نہیں
ساری زمیں، زمیں نہیں اور آسماں، سما نہیں
تم سے کمال ہے ہمیں تم سے جمال ہے ہمیں
وہ بے کمال رہ گیا تم سے جو خود ملا نہیں
ساری دوئی تھی ذہن کی اور خود خودی تھی وہم کی
جب یہ نہیں تو تم رہے اپنا کہیں پتہ نہیں
تیری قسم ہے تجھ کو اب تو ہی بتا ہے کون رب
جائے کدھر ترا گدا تیرے سوا خدا نہیں

تم ہو غنی فقیر ہم تم ہو دھنی غریب ہم
تم ہی ہو ایک آسرا اور کوئی آسرا نہیں
نوری کا واسطہ تمہیں دیکر منا ہی لونگا میں
تم ہی کہوگے آ! کوئی میرے سوا ترا نہیں
میری تڑپ پہ آمرا اُن کو جو رحم آگیا
بول اٹھے رو رہا ہے کیوں راضی ہوں میں خفا نہیں

عشق و عرفان

مجھے یاد ہے تمہاری مری تم سے لَو لگی ہے
کبھی میں سنا رہا ہوں کبھی تم نے خود سنی ہے
میں نے ماسوا کو دیکھا وہاں سربسر ہے دھوکا
تمہیں جب بھی ہے پکارا مری ہر دعا سنی ہے
مری زندگی ہے تم سے مری زندگی میں تم ہو
جو تمہاری یاد میں ہوں یہی ذوقِ زندگی ہے
جو ہے سب کو بھول جاتا وہ خدا کو یاد کرتا
جو امام بن گیا ہے اسے فکرِ مقتدی ہے
جو[1] تو علم میں پھنسا ہے نہ سمجھ تو باخدا ہے
تُو جو علم اپنا سمجھا تو یہ عینِ مُشرکی ہے
ترے[2] دل میں خلق نافع کہیں ضار بن گئی ہے
یہ براہمی نہیں ہے یہ تو تیری آزری ہے

---

[1] علم کو خدا کی ذاتی صفت نہ سمجھنے والے سے خطاب [2] مخلوق کو بالذات نافع و ضار سمجھنے والے سے خطاب
[3] ضرورتِ شعری کی بناء پر براہیمی کی بجائے براہمی باندھا ہے

مری شان عاشقانہ مری چال عاجزانہ
میں[1] انہیں کا ہوں دِوانہ یہ ادائے آخری ہے
یہ جہاں کے سب مناظر ہیں نظر میں آتے جاتے
مجھے اب تو ان میں مطلق نظر آتی خالقی ہے
میں کریم ان کو بولوں کہ رحیم ان کو بولوں
اسی آن اُن کی مجھ کو نظر آتی راحمی ہے
میں جہاں کے مالکوں کو کہیں کب نظر میں لاتا
انہیں آئینوں میں اس کی نظر آتی مالکی ہے
نہ میں شاعری کے لائق ، نہ میں شاعروں میں داخل
میں لکھایا جا رہا ہوں یہی میری شاعری ہے
یہ تعیناتِ عالم کوئی شکل ہو یا آدم
وہی[2] اک حقیقت ان میں بہ لباسِ ظاہری ہے

---

[1] یعنی حق تعالیٰ
[2] یعنی حق تعالیٰ ہی کا وجود تعینات کی صورتوں میں ظاہر ہے

کہیں[1] ساز میں ہے تُو ہی کہیں سوز میں ہے تو ہی
میں جہاں جہاں بھی دیکھوں تری شان اک نئی ہے

مجھے جو ملا ملا ہے مجھے تو نے سب دیا ہے
مجھے اس سے بڑھ کے کیا ہے تری دوستی ملی ہے

مجھے اب جہاں سے کچھ بھی نہیں واسطہ رہا ہے
میں تجھی کو دیکھتا ہوں مری چشمِ دل کھلی ہے

مرا راستہ یقیناً مرے نور یا ہے تجھ سے
اسی راہ میں علیؑ ہے اسی راہ میں نبیؐ ہے

تجھے[2] ڈر ہی کیا ہے آمر تجھے راہ وہ ملی ہے
جہاں پر ولی، علی ہے جہاں حق بھی ہے نبی ہے

---

[1] حق تعالیٰ سے خطاب۔ بہ اعتبارِ عینیتِ حقیقی اصطلاحی حق ہی ہر شئی کے ساتھ ہے
[2] یعنی تیری راہ کی منزل وہی ہے جہاں تمامی اولیاء ہیں اور نبیؐ اور حق بھی ہیں

مریضِ عشق

کسے سناؤں کہ دل کو مرے قرار نہیں
وہ بیقرار ہوں تجھ بن مرا قرار نہیں

مریض[1] ہوں تو انہیں کا ہوں کشتۂ مفتوں
عیادت ان کی اگر ہو تو مجھ کو بار نہیں

ہنسے گی خلق اگر درد کا کروں شکوہ
اُسے خبر ہی نہیں مجھ کو جو قرار نہیں

ندامتوں میں تو ڈوبا ہوا غریق ہوں میں
وہ کیا سمجھتے جو خود آپ شرمسار نہیں

شہیدِ خنجرِ تسلیم ہوں وہ کشتہ ہوں
کوئی نشان نہیں اور کوئی مزار نہیں

طبیب بن کے کوئی میرا کیا علاج کرے
مرا مرض تو کسی پر بھی آشکار نہیں

---

[1] مطلع میں جو ضمیرِ حاضر کا مرجع ہے وہی اس شعر میں ضمیرِ غائب کا مرجع ہے

میں جانتا ہوں کہ آتش لگی ہے کیا مجھکو
تمہارے عشق کی آتش ہے یہ بخار نہیں
میں ماسوا سے بہ بانگِ دہل یہ کہتا ہوں
ہٹو تمہاری ضرورت نہیں شمار نہیں
نظر اٹھا کے بھی دیکھوں نہیں کوئی کیا ہے
میں جانتا ہوں عدم میں کوئی وقار نہیں
تری عنایتوں کی حد ہے اور نہ کوئی حساب
گناہگاروں میں مجھ سا گناہگار نہیں
ندامتوں سے جھکالی ہے اپنی گردن اب
کہ نادمی کے سوا کچھ تو اختیار نہیں
جھکائے سر ہیں تمہارے ہی آستانے پر
جو چاہو تم ہی کرو ہم کو اختیار نہیں
نہ چین ہے نہ سکوں اور نہ ہے قرار کہیں
مجاز قید ہے اس قید میں قرار نہیں

تمہارے ڈھونڈنے میں ٹھوکریں جو کھائی ہیں
کہاں کہاں ہیں گرے اور اٹھے شمار نہیں
تمہیں سے ملنے کو اس سے ملے کہ جس میں ہے
تمہارا نور تو نوری سا گلعذار نہیں
اسی میں دیکھتا آمرؔ ہے رات دن تم کو
سوائے اس کے کوئی اب تو میرا یار نہیں

حرف وحکایت

جو رہا ہو تیرے خیال میں اسے چین ہے نہ قرار ہے
نہ کسی کی بات میں ذوق ہے نہ کسی پہ اس کا مدار ہے
مرے دل کی بات میں کیا کہوں تو علیمِ ذاتِ صدور ہے
مرے پاس تیرے سوا ہے کیا مری جاں بھی تجھ پہ نثار ہے
کسے کیا خبر کہ میں کیا ہوں اب مرا حالِ دل ہوا کیا ہے اب
تو علیم ہے تو خبیر ہے تو ہی ساتھ لیل و نہار ہے
ترے عشق کا میں مریض ہوں اسی آگ کا میں حریق ہوں
کوئی کیا علاج مرا کرے ترے عشق کا یہ بخار ہے
میں پکارا اُن کو تو مل گئے میں رہا نہیں وہی رہ گئے
مری فکر مجھ سے جدا ہوئی مجھے یار ہی کا خمار ہے
انہیں دیکھتے ہی گذر ہوئی انہیں سنتے سنتے بسر ہوئی
رہی جو ادھر وہ اُدھر ہوئی جو اُدھر ہوئی وہ بہ کار ہے

مجھے خلق جانتی کیا ہے اب مجھے اس سے واسطہ کیا ہے اب
مجھے کام ہے تو تجھی سے ہے تجھے چھوڑ دوں تو تبار ہے
ہوا[۱] مجاز تم ، ہو لباس تم ، بنے جسم تم ، مرا دل ہو تم
مری جان تم ، مری شان تم ، یہ وظیفہ لیل و نہار ہے
یہاں[۲] فرش پر بھی تمہیں رہے وہاں بھی بہ عرشِ بریں رہے
جہاں بھی رہے تو تمہیں رہے یہ تمہیں سے گرم بزار ہے
مجھے[۳] دیکھنے کو تو آ مرا تجھے آئینے ملے جا بجا
مرا رخ نما وہی آئینہ ہے جو نوری لالہ عذار ہے

---

۱ بہ اعتبارِ وحدتِ مطلقہ
۲ از روئے احاطتِ ذاتی
۳ لفظِ بزار جو لطف دے رہا ہے شاید بازار نہ دے

عزائم

نہ دیکھے ہوئے جو ہیں دیوانے اُن کے اگر دیکھ لیں گے تو کیا کیا کریں گے
خدا اور محمدؐ کے جلوے ہیں سارے یہی دیکھتے ہیں دکھایا کریں گے

ہو نورِ نظر تم، ہو عینِ نظر تم، ہو ناظر میں تم، اور منظر میں بھی تم
ہو منظور اب تم ، نہ کچھ دور اب تم تمہارا ہر اک سو نظارا کریں گے

جو زخمِ جگر ہم نے کھائے ہیں اب تک کہاں وہ کسی کو دکھائے ہیں اب تک
تمہارے ہی رحم و کرم کا ہو مرہم تمہیں کو جگر ہم دکھایا کریں گے

یہ عالَم اگر مل گیا بھی تو کیا ہے میں سمجھوں کہ اندھے کو منظر ملا ہے
چراغِ ہدایت جنہیں مل گیا ہے جدھر رخ کریں گے اجالا کریں گے

تجھے اَینَما کی سنائی ہے آیت فَثَمَّ میں تجھکو دکھائی ہے صورت
تُو پڑھتا تو ہے دیکھتا کیوں نہیں ہے ادھر آ تجھے ہم دکھایا کریں گے

توکّل کی منزل میں مَیں نے ہے دیکھا تماشا عجب ان کی رزاقیت کا
وہ[1] ہاتھوں سے اپنے کھلاتے ہیں مجھ کو اگر تم بھی آؤ کھلایا کریں گے

[1] یہ احوال و مواجید ہیں

نہیں ہیں عمل کچھ دکھانے کے قابل اگر ہیں عمل تو چھپانے کے قابل
مگر ایک تو ہے دکھانے کے قابل تجھے نوریا ہم دکھایا کریں گے

اسی پر خدا بھی کہے آمرا اب ترا پار بیڑا کیا ہم نے جا بس
علیؓ ہوں گے اس دم محمدؐ بھی ہوں گے خدا سے مجھے وہ ملایا کریں گے

حمد و شکر

ترے فضل کا مری ذات پر نہ حساب ہے نہ کتاب ہے
میں نے سب سے بڑھ کے برا کیا نہ سوال ہے نہ جواب ہے
جو مقابلے پہ ترے رہا، اسے دے تو جیسی بھی ہو سزا
وہ جو خود کو تجھ پہ مٹا چکا، کیا اسے بھی تیرا عذاب ہے
تُو وہ نازنیں ہے مرے خدا ترے پردہ کرنے[1] پہ میں فدا
ترے حسن کی یہ ادا کہوں کیا طُور پر بھی حجاب ہے
یہ جو پردہائے مجاز ہیں یہ رموزِ ناز و نیاز ہیں
وہ دِثار ہو کہ حجاب ہو رخِ یار ہی کی نقاب ہے
تُو بچائے جس کو وہ بچ گیا تُو سجائے جس کو وہ سج گیا
ترے غیر نے کسے کیا کِیا وہ جو ہے تو مثلِ سراب ہے
مجھے خلق سے نہیں واسطہ مرا اس طرف نہیں راستہ
مجھے دو جہاں کی ہو کیا خبر مجھے بس خیالِ جناب[2] ہے

[1] یہاں پردہ کرنے سے مراد چھپنا ہے دوسرا کوئی معنیٰ متصور نہیں
[2] جنابِ باری تعالیٰ

یہ زمینی ساری جسامتیں ، وہ فلک کی ساری عمارتیں
مجھے ان سے کچھ نہیں زینتیں، میاں تم سے میرا شباب ہے
کبھی بِالعَمد کبھی بے عمد، میں خطا ہی کرتا ہوں اے صمد
ترا عدل ہو تو عتاب ہے ترا فضل ہو تو مَتاب ہے
میں یہاں سے لے کے وہاں تلک، اُسے ڈھونڈتا تھا جہاں تلک
مرے نوریا ترے آئینے میں اٹھائی اس نے نقاب ہے
کہا[1] آمرا تُو کدھر رہا کہا[2] میں رہا نہ ہی تُو رہا
فقط ایک جلوۂ ھُو رہا ، یہ مقامِ غیبِ غیاب ہے

[1] یعنی حضرت نور المشائخ سید نوری شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
[2] یعنی حضرت نور المشائخ سید نوری شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

معیّتِ اِلٰہ

ترا ساتھ رہنا مرا وضو تری یاد میری نماز ہے
نہ کبھی رہوں گا میں بے وضو نہ قضا کبھی یہ نماز ہے
اگر آب میں یہ کمال ہے کہ نجاستوں کا زوال ہے
مجھے کیا وہ پاک نہ کر سکے مرے ساتھ بندہ نواز ہے
کوئی [1] فخر کرتا ہے مال پر ہے کسی کو فخر جمال پر
مجھے فخر ہیکہ تو ساتھ ہے تری ذات پر مجھے ناز ہے
جو کسی کو فکرِ معاش ہے تو کسی کو فکرِ معاد اب
مجھے کیا کمی مرا کیا نہیں مرے ساتھ بندہ نواز ہے
مرے دل کے حال کو کیا کوئی جو نہ مجھ سا ہے وہ سمجھ سکے
وہ جو جل رہا ہو سمجھ سکے مرے قلب میں جو گداز ہے
رہا [2] معنیٰ وجد میں پانے کا تجھے کچھ ملا تو اچھل گیا
مرا حال کیا ہو ذرا بتا وہ ملے جو قابلِ ناز ہے

[1] ۔ حق تعالیٰ سے خطاب
[2] ۔ منکرینِ وجد و حال سے خطاب

یہ حقیقتیں میں بتاؤں گا تو ادھر سے ہٹ کے اِدھر کو آ
تجھے آج تک بھی ہے کیا پتہ یہ مقامِ راز و نیاز ہے
وہ جو گر کے حق کے لئے مٹا وہ گرا نہیں وہ مٹا نہیں
جو خدا کے واسطے ہے جھکا وہ جھکا نہیں وہ فراز ہے
تری [1] کیا صفت ہو مرے خدا تری ہر ادا پہ ہوں میں فدا
کہیں غزنوی کی ادا میں تو کہیں بن کے مثلِ ایاز ہے
مجھے اک ولیؒ سے علیؓ ملے جو علیؓ ملے تو نبیؐ ملے
جو نبیؐ ملے تو خدا ملا یہی فیضِ شاہِ حجاز ہے
ترے نور میں جو میں گم ہوا وہیں نوری بن کے تو آ گیا
کہا آمرا یہیں ٹھہر جا مرا سلسلہ تو دراز ہے

---

[1] ۔ یعنی غزنوی کی ادا لئے پرتوِ وجودِ حق ہی متجلی ہوا اور ایاز کی صورت میں وجودِ حقیقی ہی متمثل ہوا۔ اس شعر میں حق تعالیٰ کی شانِ ظاہری جسے اصطلاحِ صوفیاء میں شانِ تشبیہ کہتے ہیں بیان کی گئی ہے

ربطِ محکم

نگاہ عالم سے پھیرلی ہے تمہارا درشن کیا کریں گے
جھکادیا سر تمہارے درپر تمہیں کو سجدے کیا کریں گے
کوئی ہمیں اب بگاڑے گا کیا کوئی ہمیں اب بنائے گا کیا
یہ موت بھی ہم کو کیا کرے گی تمہیں سے اب ہم جیا کریں گے
تمہاری قدرت میں کیا نہیں ہے نَعَم یقیناً ہے لا نہیں ہے
کسی سے کیا لینا تم سے لیں گے جہاں میں سب کو دیا کریں گے
وجود کی سیر میں رہیں گے ہمیشہ ہم خیر میں رہیں گے
ہر اک تجلّی کے مرتبہ کو سمجھ سمجھ کر ملا کریں گے
یہ حکمتیں [1] ہیں گناہ گارو ! کریم کو تم قریب کرلو
کریم بولو رحیم بولو غفور بولو سنا کریں گے
تمہارے زخمِ جگر کی حالت سناؤ ان کو دکھاؤ ان کو
طبیب [2] وہ ہیں حکیم وہ ہیں معالجہ وہ کیا کریں گے

[1] ۔ گناہگاروں کو تلقینِ توبہ
[2] ۔ شافیٔ حقیقی حق تعالیٰ ہی ہیں اور ہر مصیبت کو دور کرنے پر وہی بالذات قادر ہیں

نگاہیں [1] اب ان کو ڈھونڈتی ہیں صدائیں ان کی ہی گونجتی ہیں
انہیں پہ مرنے کی ہے تمنا یہی تمنا سدا کریں گے
شرابِ عرفاں سے مست ہیں ہم انہیں کے وجداں سے ہست ہیں ہم
ازل سے مستِ الست ہیں ہم جہاں کو لے کر بھی کیا کریں گے
طریقہء وصلِ حق بتاؤں کہاں تلک میں تجھے جتاؤں
تو اہلِ حق کا پکڑ لے دامن پتے خدا کے دیا کریں گے
تُو ہی بتا آمرؔ ایسا ہادی کہ جس نے تجھ کو ہے رہ دکھادی
جنہیں بھی نوری پیا ملیں گے وہ حق کا درشن کیا کریں گے

---

[1] ۔ حق تعالیٰ ہی کا نام ہر شخص کے وِردِ زبان ہوتا ہے اور اذانوں میں بھی نامِ خدا لیا جاتا ہے۔ وہ کونسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کے نام کی صدائیں بلند نہیں ہوتیں

هُوَ السَّمِیعُ البَصِیر

تمہیں سننے والے تمہیں کو سناؤں
تمہارے سوا کون میری سنے گا

اگر تم نہ پوچھو تو پھر کون پوچھے
پکاروں کسے کون میری سنے گا

زمیں تنگ اور آسماں ہے ستمگر
فضا ہر طرف ہے مکدر مکدر

نگاہِ کرم سے اگر تم نہ دیکھو
تمہارے سوا کون میری سنے گا

زمیں درد والی سما درد والا
عناصر کا یہ انگرکھا [۱] درد والا

سبھی مبتلائے الم ہی الم ہیں
تو تم ہی کہو کون میری سنے گا

جہاں کو مبارک جہاں کے سہارے
مگر بے سہاروں کا تم ہو سہارا

تمہاری قسم میں تمہیں کو سناؤں
تمہارے سوا کون میری سنے گا

میں کچھ بھی نہیں تھا، میں کچھ بھی نہیں ہوں
میں کچھ بھی نہیں ہوں، میں کچھ بھی نہیں ہوں

تمہیں نے دیا سب تمہیں دینے والے
تمہارے سوا کون میری سنے گا

یوں فیضانِ نوری نے دل کو سنبھالا
کہا اے [۲] کلیمی ترا ساتھ دوں گا

تو میرا ہے ہرگز نہیں چھوڑ دوں گا
خدا سے کہوں گا وہ میری سنے گا

---

[۱] انگرکھا:۔ فرہنگِ آصفیہ میں اسکا تلفظ کاف فارسی کے سکون اور رائے مہملہ کے فتح کے ساتھ بتایا گیا ہے، اگرچہ فیروز اللغات میں اس سے مختلف تلفظ درج ہے۔ حضرت مصنف نے اول الذکر تلفظ اختیار کیا ہے

[۲] ۔یہاں حضرت مصنف دامت برکاتہم کا تخلص آمر کی بجائے کلیمی ہے

مختارِ غنی

تم جو چاہو تو شہا کیا نہیں ہوتا بولو
کون مختار و غنی تم سا ہے داتا بولو

ہم تو بیکس ہی رہے بے سروساماں ہی رہے
کیا کمی تمکو مرے مالک و مولا بولو

تمکو رکھتے ہوئے پھر غیر سے کیوں جاکے کہوں
نہ سنو تم تو مری کون سنے گا بولو

تم سے امید مری تم ہی ہو امید مری
کیا ہے اسکے سوا پھر اور سہارا بولو

ہاتھ میں سب ہے تمہارے مرے ہاتھوں میں ہے کیا
ساتھ میں تم ہو تو کیا ہو نہیں سکتا بولو

ایک سائل تمہیں مدت سے صدا دیتا ہے
کب تلک تمکو پکارے مرے مولا بولو

جب رہے ظاہر و باطن میں تمہیں ایک دھنی
تم نہ دو گے تو شہا کون ہے دیتا بولو

نوریا تیرے توسط سے پکارا تو کہا
آمرا ! آمریو ! دل میں ہے کیا کیا بولو

دولتِ جاوید

تم اگر میرے رہو بس مجھے حاجت کیا ہے
اس سے بڑھکر مری جاں پھر مجھے راحت کیا ہے

تم اگر ساتھ رہو تو مجھے کس شئی کی کمی
پھر سفر کیا ہے حضر کیا ہے اِقامت کیا ہے

تمکو رکھتے ہوئے غیروں کی طرف رخ کرنا
اس سے بڑھکر بخدا کوئی حماقت کیا ہے

جو دیا تم نے دیا آج تلک کم نہ کیا
اس سے بڑھکر مری جاں اور سخاوت کیا ہے

نَحنُ اَقرَب کی صدا جب سے سنی ہے میں نے
تم پہ قرباں ہے مری جان یہ قربت کیا ہے

کون جانے مجھے جانو تو تمہیں اک جانو
زندگی میں مری اب خلوت و جلوت کیا ہے

سیرِ گلشن میں بھی ہوں قیدِ نشیمن بھی ہوں
راحتِ سیر ہے کیا قید کی حالت کیا ہے

اب ترے وقت پہ بھی قید لگی ہے آمر
جانے دے چھوڑ بھی دے طول کی عادت کیا ہے

کیفِ اِطلاق

دل تو تم نے لیا جسم تابع ہوا،جان بھی اب تمہیں پر فدا ہوگئی
اب نہ ہم کچھ رہے اور اپنا رہا،وہم کی :. خودی تھی جدا ہوگئی
قیدوبندش سے اب ہم رہا ہوگئے سارے عالم سے اب ہم جدا ہوگئے
جب تلک ہم رہے اور ہمارا رہا ، یا خطا ہوگئی یا دغا ہوگئی
اک زمانہ تھا ہم اسکو تھے ڈھونڈتے،خودکو پاتے تھے اس کو جدا جانتے
اب تو ہر سو وہی جلوہ گر ہوگیا،یہ سوال اب رہا خلق کیا ہوگئی
یہ سلوکِ طریقت تو دشوار ہے،وہ جو ظاہر کرے بر سرِ دار ہے
وہ[۱] ''اناالحق'' کہے ہم ''ھُوَالحق'' کہیں،بات جس کی رہی وہ ادا ہوگئی
نسبتوں کی ہے دنیا وگرنہ ہے کیا،جب ہٹیں نسبتیں تو وہی رہ گیا
اب انا اور اَنتَ کا جھگڑا ہی کیا جب ''ھُوَ اللّٰہ'' ہی ہردم صدا ہوگئی

---

[۱]۔ منصورِ حلاج کی طرف اشارہ ہے

اک فنااور بقا کی تجلی ہوں میں   دونوں عالم کی آخر تسلی ہوں میں
ہوں نہیں پھر بھی ان کی ہی بستی ہوں میں   ان کی ہستی سے مجھ میں جلا ہوگئی
ایک مستی ہے ایسی جو جاتی نہیں،بیخودی ہے،خودی ہمکو آتی نہیں
اب خدا کے لئے مجھ کو چھیڑو نہ تم،''ہوں'' کہوں تو سمجھ لو خطا ہوگئی
یہ پتہ جودیا تونے،کس سے مِلا،سارے عالم میں تجھکو مرے نوریا
حق نے تجھکو چنا ، تُو ہے رہبرمرا ، جانِ آمرؔ تجھی پر فدا ہوگئی

طالبِ مولیٰ

ہم سے تم راضی رہو ساتھ میں رہنے والے ہم نے ہیں دیکھ لئے سارے زمانے والے

اب نہ ہم تم سے جدا ہیں نہ ہو تم ہم سے جدا ہم دلی حال تمہیں سے ہیں سنانے والے

ہم نے جو کچھ ہے لیا تم سے لیا اب کہاں جائیں تمہیں چھوڑ کے جانے والے

ہم تمہیں چھوڑ کے جائیں بھی کہاں تم ہی کہو کیسے اچھے ہو تم اے بگڑی بنانے والے

تم مری آنکھ سے آؤ تو مرے دل میں رہو پھر نہ جانا کبھی آقا ! مرے آنے والے

چاہتا دل ہے کہ ہر وقت تمہیں یاد رکھوں کبھی بھولوں تو ہو تم یاد دلانے والے

اب مرے درد کا درمان تمہیں ہو آقا تمہیں بےچینی کو ہو چین بنانے والے

اتنا کہہ دینا بھی آمرؔ کے لئے کافی ہے ہم نے سن لی تری رورو کے سنانے والے

ترجمانیٔ جذبات

دل میں تمہاری یاد ہو لب پہ تمہارا نام ہو

دُھن یہی ہر گھڑی رہے صبح ہو یا کہ شام ہو

چین ہے اور سکوں مرا جس میں ہو تیرا تذکرہ

تعلیمِ علمِ خاص ہو یا وہ بیانِ عام ہو

میری نماز کی خبر کیا جانے کوئی بے خبر

میں ہٹ گیا وہ رہ گئے سجدہ ہو یا قیام ہو

اک[۱] لمحہ بھی تو یاد میں یا دل لگادے ذات میں

بس اتنا بھی جو کرلیا تو فائز المرام ہو

ہو[۲] کوئی ساتھ یا نہ ہو یا کچھ ہو پاس یا نہ ہو

تُو ناظمِ نظام ہے تیرا ہی انتظام ہو

میں ہوں اَصالۃً تُراب، گرچہ ہوں خستہ و خراب

پر میرے دم سے مالکا تیرا ہی احترام ہو

۱۔ طالب سے خطاب ۲۔ حق تعالیٰ سے خطاب

مجھ سا برا کوئی نہیں تجھ سا بھلا کوئی نہیں
اک سانس بھی نہ لے سکوں گر تیرا انتقام ہو
دل چاہتا ہے اب مرا شاہا تجھی پہ ہو فدا
ہر لمحے میں ہزار بار تجھ پہ ہی مرنا کام ہو
آنکھوں کا نور تو ہی ہے سارا ظہور تو ہی ہے
ظاہر میں تیرا نام ہو باطن میں تیرا کام ہو
جب [۱] تُو نے سر جھکا دیا اٹھنے کا اضطراب کیا
جب وہ اٹھائیں گے تجھے تو سجدۂ تمام ہو
آخرِ کار دے کے جب نوری پیا کا واسطہ
روتے ہوئے کہا شہا میرا کوئی مقام ہو
اس [۲] نے کہا کہ مالکا میرے لئے تو سن دعا
تیرے کرم میں شاہِ من ! میرا بھی اک غلام ہو
تو کہدیا تُو ہے مرا تیرے لئے سنی دعا
آمر کے واسطے ترا دامن ہی اک مقام ہے

---

[۱] ۔ بندۂ مومن [۲] ۔ حضرتِ نوریؒ

تعمیرِ حیات

تمہاری راہ کی تخریب بھی تعمیر ہوتی ہے
یقیناً ہو کے رہتی ہے مگر تاخیر ہوتی ہے
تری ہر بات بابا گر خدائی بات ہو جائے
بتاؤں کیا اثر ہوتا ہے کیا تاثیر ہوتی ہے
جگر ہل جاتے ہیں اور دل دہل جاتے ہیں باتوں سے
خدا کے ساتھ ہوکر جب تری تقریر ہوتی ہے
بظاہر کان تک تقریر کا سامان ہوتا ہے
اُسی آن دل کی دنیا میں عجب تنویر ہوتی ہے
بظاہر لفظ ہوتے ہیں حقیقت اور ہوتی ہے
یہی بس تیر ہوتے ہیں یہی شمشیر ہوتی ہے
بتاؤں کیا نہ ہوگا ساتھ تیرے جب خدا ہوگا
بھلا تدبیر کیا شئی ہے کہ جب تقدیر ہوتی ہے

مگر خالق کی جانب جہل کی نسبت نہیں ہوتی
برائی ہم سے ہوگی ہم سے جب تدبیر ہوتی ہے

بڑائی خلق میں کب ہے بڑا ہے تو خدا ہی ہے
اذانوں اور نمازوں میں یہی تکبیر ہوتی ہے

میں قرآں کھولتا ہوں تو خدا کچھ کھول دیتا ہے
خدا جانے میں کیا ہوتا ہوں جب تفکیر ہوتی ہے

یہ دنیا خواب ہے بابا ذرا ہوشیار تو ہو جا
جزا ہو یا سزا بن کر وہاں تعبیر ہوتی ہے

تجھے بیدار کرنے کو نبیؐ ہیں اور ولی بھی ہیں
اسی مقصد کی خاطر رات دن تذکیر ہوتی ہے

کوئی دنیا کوئی عقبیٰ کوئی مولا کا طالب ہے
یہی تخنیث اور تانیث اور تذکیر ہوتی ہے

خدا کا ہوگیا جو بھی خدائی اس کی ہوتی ہے
یہی ہے رازِ پنہاں جس سے ہر تسخیر ہوتی ہے

دوا کیا کر سکے کوئی طبیبو ! راہ لو اپنی
مرے باطن سے اب ظاہر میں کچھ تاثیر ہوتی ہے

مٹا آمرؔ تو نوری ہے رہا نوری تو احمدؐ ہے
ملا احمدؐ تو واحد ہے یہی تفسیر ہوتی ہے

ا۔ اس شعر میں حالِ توحید کو تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس مضمون سے حلول و اتحاد کا کوئی تعلق نہیں۔

خواب سے حقیقت تک

یہ جہاں کی ساری حقیقتیں فقط ایک خواب و خیال ہے
نہ بقائے مال و منال ہے نہ قیامِ حسن و جمال ہے
کوئی تھا کمال میں سُرخرو کوئی تھا جمال میں خوبرو
مگر انقلابِ زمان سے نہ کمال ہے نہ جمال ہے
شبِ وصل کی وہ حلاوتیں ذرا یاد کرلے وہ ساعتیں
نہ وہ رات ہے نہ وہ بات ہے نہ وہ کیفِ قرب و وصال ہے
کوئی پیچھے پیچھے چلے مرے کوئی ساتھ ساتھ رہے مرے
مگر امتحان کی راہ میں نہ وہ ساتھ ہے نہ وہ چال ہے
نہ وہ دارا اور نہ وہ جم رہا نہ سکندری وہ علم رہا
رہے نام ان کے فقط یہاں نہ وہ شان و شوکت و مال ہے
جو کوئی کرے گا طلب اسے بھلا آج تک یہ ملی کسے
جوطلب میں ہیں وہ کلاب ہیں دی نبیؐ نے جیفہ [1] مثال ہے

---

[1] - حدیث میں ہے الدُّنیا جِیفَۃٌ وطَالِبُھا کِلاب یعنی دنیا مردار ہے اور اسے طلب کرنے والے کتے ہیں

اسی واسطے اسے چھوڑدے اسے دل سے اپنے نکال دے
اسی آن عقبیٰ کی سیر کر نہ فنا وہاں نہ زوال ہے
یوں ہی سیر کرتا ذرا تو چل میں کہوں گا اور بھی آگے چل
تجھے لے چلوں میں وہاں ، جہاں نظر آتا ان کا جمال ہے
یہ جہنم اور یہ جنّتیں میاں ان کی سن تو حقیقتیں
ترے یار کی دو تجلیاں یہ جلال ہے وہ جمال ہے
نہیں کچھ رہا مرے پاس اب سوا تیرے کون ہے ساتھ اب
اسے [1] ڈھونڈنے کی ہے شمع جو مرے نوری تیری مثال ہے
اسی واسطے اسی شمع کو لئے پھر رہا ہوں میں کو بہ کو
یہ جلی تو وہ [2] نظر آگیا یہی آمرِ اُس کا وصال ہے

---

[1] - حق تعالیٰ کو [2] - حق تعالیٰ

طلبِ حق

مصیبت بھی تری خاطر مجھے راحت ہی ہوتی ہے
مگر راحت بھی تیرے غیر سے آفت ہی ہوتی ہے
جہاں کی زینتیں آتی ہیں پردہ بن کے جب حق کا
مجھے ان زینتوں سے مطلقاً وحشت ہی ہوتی ہے
تمہارے غیر سے ہر دم نیا صدمہ ہی ملتا ہے
تمہارا ساتھ رہتا ہے تو بس رحمت ہی ہوتی ہے
طلب حق کی اگر پیدا کسی عورت میں ہو جائے
مذکّر ہے اگرچہ صورۃً عورت ہی ہوتی ہے
خدا کے واسطے گذرے جو لمحہ جو گھڑی جو دن
قسم کھا کر کہوں اک لا فنا دولت ہی ہوتی ہے

مثالِ شمع جو جل جل کے روشن سب کو کرتے ہیں
کہوں کیا زندگی ان کی تو بس دعوت ہی ہوتی ہے
بڑی مشکل سے دامن میرے ہاتھ آیا ہے نوری کا
ملے اس سے جو کچھ آمرؔ بڑی دولت ہی ہوتی ہے

یافت و شہود

مری آنکھوں میں تو ہی آ گیا میں جدھر گیا ادھر[1] آ گیا
مجھے اب نہ کوئی خبر رہی میں کدھر گیا کدھر آ گیا
نہ ہی منزلوں کی خبر مجھے نہ ہی محفلوں پہ نظر مری
کہ جدھر بھی میری نظر اٹھی تو نظر میں سر بسر آ گیا
کوئی پوچھتا ہے ترا پتہ کوئی تجھ کو کہتا ہے لاپتہ
مرا حال و قال یہی کہے نظر آ گیا نظر آ گیا
کبھی دیکھتا ہوں نماز میں کبھی پردہائے مجاز میں
کہ جدھر بھی میں نے ہے رخ کیا ترا رخ مجھے نظر آ گیا
جہاں خلق سامنے آ گئی کہ میں کیا کہوں کہ کہاں گئی
تُو چھپا تو میں نظر آ گیا میں چھپا تو تُو نظر آ گیا
کہیں عشق میں کہیں حسن میں کہیں صبر میں کہیں جبر میں
کہیں ناز میں یا نیاز میں تُو جہاں رہا نظر آ گیا

---

[1] آنے جانے سے حق تعالیٰ پاک ہیں یہاں حق تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کو شاعرانہ انداز میں اسطرح بیان کیا گیا ہے

مرے ہر مقام میں تو رہا مری صبح و شام میں تُو رہا
مرے رات دن کے قیام میں، میں جدھر گیا ادھر آ گیا
مری زندگی کا مدار تُو مری زندگی کا وقار تُو
تُو اگر گیا تو میں مر گیا، ملی زندگی تُو گر آ گیا
میں عدم کا آئینہ بن گیا تُو قدم کا جلوہ نما بنا
مری تُو نظر میں ہے رات دن تُو جہاں رہا نظر آ گیا
ترے رہنے کی یہ جگہ ہے بس، میں ہوں فانی تیری بقا ہے سب
مرا[1] دل ہی ایک جگہ ہے تُو جہاں نوریا نظر آ گیا
وہی[2] رہنما وہی حق نما وہی آئینہ بنا اَ ئینما
ترا آسرا وہی آسرا تُو جدھر رہا ادھر آ گیا

---

[1] حضرت نوریؒ سے خطاب
[2] یعنی حضرت نوری

رضا بر قضا

کیا مجھ کو کمی ہوگی میرا جو خدا ہوگا
شاہوں سے بڑا ہوگا اس کا جو گدا ہوگا

دنیا کی ضرورت کیا عقبیٰ کی بھی حاجت کیا
جب ہوں گا خدا کا میں اور میرا خدا ہوگا

جو بندۂ مولا ہے کچھ اپنا نہیں رکھتا
جو بھی ہے رکھا حق کی خاطر ہی رکھا ہوگا

جس سے بھی محبت کی لِلّٰہ محبت کی
اِعراض کیا بھی تو لِلّٰہ کیا ہوگا

المختصر اب اسکا احوال سمجھ لو تم
لِلّٰہ جیا ہوگا لِلّٰہ مرا ہوگا

گر میرا خدا ہوگا حالت مری کیا ہوگی
ہر آن ہر اک لحظہ اک حال نیا ہوگا

اک ہے جو خودی میں ہے اک ہے جو خدا میں ہے
بیشک یہ برا ہوگا بیشک وہ بھلا ہوگا

عالم ہے پریشانی حیرانی میں کیا کہتا
آئندہ کا کیا ہوگا کیسا ہوگا کیا ہوگا

ہنستے ہوئے کہتا ہوں جو حال ہے اب میرا
وہ ساتھ ہے جب میرے کیوں میرا برا ہوگا

جو چاہتے ہیں مجھکو کیا چاہتے ہیں مجھکو
تُو نے مری چاہت کا سامان کیا ہوگا

مخلوق ستاتی ہے دل تیرا دکھاتی ہے
کچھ ہو کہ نہ ہو تیرا، تیرا تو خدا ہوگا

اس سے بھی کوئی بڑھ کر کیا مرتبہ دوں تجھکو
تُو بندۂ حق ہوگا اور تیرا خدا ہوگا

بولے[2] ذرا آ مرؔ اب نوری کے لئے کہدے
کیا حال تھا اب کیا حال ترا ہوگا

بولا کہ جو ہونا ہے وہ ہو کے ہی رہتا ہے
میں ہے نہ کوئی تُو ہے جو ہے وہ ھُوَ ہوگا

---

[1] سالک سے خطاب [2] یارانِ عزیز

کرم در کرم

مجھ جیسے برے پر بابِ کرم ابتک جو کُھلا ہے کیا بولوں
کرتا ہوں بُرا اور ہوں بھی بُرا پھر فضلِ خدا ہے کیا بولوں
ہوتا[1] نہیں مجھ سے خیر کوئی اور شر کی تو کوئی حد نہ رہی
پھر رحم و کرم انکا مجھ پر اوروں سے سوا ہے کیا بولوں
شنوا ہے وہی اور سنتا ہے ہر اک کی دعا کو شام و سحر
اس کے سوا اس کے بندوں سے کہنا ہی خطا ہے کیا بولوں
آ تجھ کو بتاؤں رازِ نہاں جاتا ہے کہاں آ سب ہے یہاں
اللہ جہاں ہے سب ہے وہاں کیا چیز جدا ہے کیا بولوں
بات[2] اتنی ہے اسکو پانا ہے پھر اسمیں سبھی کچھ پانا ہے
آفاق میں وہ ہے بن کے ھُوَ ، اَنفُس میں اَنا ہے کیا بولوں

---

[1] حضرت مصنف دامت برکاتہم "خیر و شر" کی تذکیر کو پسند کرتے ہیں

[2] حق کا پانا مخلوق کے پانے سے مختلف ہے۔ حق تعالیٰ تمام لوازماتِ خلق سے منزہ ہے

ساماں نہیں رکھتے ہیں مگر ہم خالقِ ساماں رکھتے ہیں
اب ہم سے بھلا کیا ہو نہ سکے اور کیا نہ ہوا ہے کیا بولوں
یہ وہ ہے فقیری سن لے میاں شاہوں سے بھی اونچے ہم ہیں یہاں
اس مسندِ فقرِ عالی کا سلطان گدا ہے کیا بولوں
اپنوں[1] کو بھی تُو ہی دیتا ہے غیروں کا بھی تُو ہی داتا ہے
بس تیرے کرم پر ہر آن اب دل میرا فدا ہے کیا بولوں
تُو حمد کے لائق ہے بیشک ، الفاظ نہیں ہیں پاس مرے
قاصر ہے زباں اور خامہ مرا ، کیا حمد و ثنا ہے کیا بولوں
تُو خالقِ جسم و جان و دل تُو نافخِ جاں در آب و گِل
کہنا تو یہ آتا ہے مجھکو کس طرح کیا ہے کیا بولوں
بے پانی کے ماہی جی نہ سکے بے سانس کے بادی رہ نہ سکے
پتھر میں جِلایا کیڑے کو کس طرح جیا ہے کیا بولوں

---

[1] حق تعالیٰ سے خطاب

ہر چیز ہے اصلاً مٹی کی مٹی میں مزہ ، بُو، رنگ کہاں
ہر پھل کا مزہ ہر گُل کی مہک ہر شکل جدا ہے کیا بولوں
اب[1] تک جو ہوا ہے فضلِ خدا بس اتنا بتا کیا شکر کیا
اس پر بھی وہ تیری سنتا ہے کیا میرا خدا ہے کیا بولوں
اب اسکو سنا جو شنوا ہے اور مانگ وہی اک داتا ہے
کیا تجھکو نہ دیگا اے بندے جو تیرا خدا ہے کیا بولوں
وہ کام جو عینِ منشاء ہے ان کا ہے میاں تُو جن کا ہے
آمر تراسب کچھ ساماں اب نوری کی دعا ہے کیا بولوں

---

[1] ۔ برادرِ مسلم سے خطاب

رازِ تدبیر

خدا کا فضل ہوتا ہے تو بن جاتی ہیں تقدیریں
کسی حیلے بہانے سے سنور جاتی ہیں تدبیریں
نہ کہنے میں اثر میرے نہ کرنے میں ثمر میرے
عنایت اس کی ہوتی ہے تو ہوجاتی ہیں تاثیریں
عدم ظلمت کدہ ہے ذات میں ہر شئی ہے ظلمانی
قِدم[1] جب جلوہ گر ہو تو نظر آتی ہیں تنویریں
نہ عزت ہے نہ حرمت ہے نہ شوکت ہے نہ سطوت ہے
کوئی کیا سمجھے میری کیوں یہ ہوجاتی ہیں توقیریں
گذاری میں نے ساری زندگی خوابیدہ خوابیدہ
لباسِ واقعی پہنے نظر آتی ہیں تعبیریں
زباں کھولوں تو بے ذوقی سنے کوئی تو بے کیفی
کہوں کیا کون ہے جس سے یہ بن جاتی ہیں تقریریں

---

[1] ۔ ذاتِ قِدم خالق کی ذات کو کہتے ہیں اور ذاتِ عدم مخلوق کی ذات کو۔

مفسر ہوں نہیں پھر بھی جو منہ کھولوں تو یوں بولوں
نرالی شان کی ہر وقت ہوجاتی ہیں تفسیریں

فقیری میں امیری کے مزے جس دل کو ملتے ہیں
اسے کب اس جہاں کی پھر پسند آتی ہیں جاگیریں

دواؤں میں دعاؤں میں اثر بالکل نہیں ذاتی
خدا کی ذات سے ہر وقت مل جاتی ہیں اکسیریں

خدا کی قدرتوں میں کچھ نہ دیری ہے نہ دوری ہے
تری کوتاہیاں خود بن کے رہ جاتی ہیں تاخیریں

خدا سے منہ ہے موڑا خلق کی جانب ہے تو دوڑا
اسی خاطر تری ہر سو نظر آتی ہیں تحقیریں

کلیمی[۱] لن ترانی ہی کا مستوجب تھا اے آمرؔ
مگر نوری کی نسبت سے یہ مل جاتی ہیں تنویریں

---

۱ ۔ اس شعر میں حضرت مصنف دامت برکاتہم نے اپنے خطاب کلیمی کی لفظی مناسبت کے پیش نظر یہ مضمون پیدا فرمایا ہے کہ آمر کلیمی کو اگر کسی نوری کی رہنمائی نہ ملتی تو چشمِ باطن سے حق کا دیدار محال تھا اور نوری کی نسبتِ نور سے جو ذاتِ محمدی ﷺ ہے اظہر من الشمس ہے

نوٹ:۔ حضرت مصنف کو انکے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کلیمی شاہ کا خطاب عطا فرمایا ہے

حقائق

اس[۱] وقت سے ہوں دیوانہ ترا جب مجھ کو بنایا بھی نہ گیا
جز تیرے دو عالم میں کوئی تھا اور بسایا بھی نہ گیا

لَولاک لَما کی بات یہیں آئے گی سمجھ میں تیرے یقیں
بے خاطرِ احمد جان یقیں اک ذرہ بسایا بھی نہ گیا

آنکھیں ہیں ہماری رونے کو اور جان ہماری کھونے کو
وہ چہرۂ انور ہائے ہمیں رُویا میں دکھایا بھی نہ گیا

اے رحمتِ عالم مجھ پہ ذرا کر رحم و کرم اب بہرِ خدا
جو درد چھپا ہے سینے میں اب تک وہ دکھایا بھی نہ گیا

---

۱ ۔ یعنی باعتبارِ وجودِ خارجی میں اگرچہ معدوم تھا مگر میں تیرے علم میں تیرا مشتاق ومحتاج تھا

بیتاب جو ہوکر میں نے کہا ''اب مجھکو بُلا'' تو آئی صدا
تُو لائقِ دعوت ہی کب تھا اب تک تو بلایا بھی نہ گیا
پس دامنِ نوری تھام لیا اور نورِ نبیؐ کا جام لیا
خود سے گیا ان سے ملتا گیا ایسا کہ ملایا بھی نہ گیا
اب[1] حال مرا کیا ہے یہ سنو آمرؔ بھی نہیں نوری بھی نہیں
ہے ایک مگر احمدؐ بھی نہیں ایسا کہ نہ آیا بھی نہ گیا

---

[1] - بہ اعتبارِ حال و وجدان از روئے معدومیتِ اضافیہ

چشمِ بینا

اپنی نسبت اور ہے فضلِ خدا کچھ اور ہے
آج تک کچھ اور تھی اب تو قضا کچھ اور ہے
آج تک بھی اس جہاں میں نام کے چرچے رہے
در حقیقت کرنے والے کا پتہ کچھ اور ہے
غفلتوں میں زندگی میں نے گزاری آج تک
جب کھلیں آنکھیں تو دیکھا ماجرا کچھ اور ہے
''میرا تیرا'' میں کوئی ہے اور ''میں تُو'' میں کوئی
اِدّعا کچھ اور ہے اور مدعا کچھ اور ہے
ظاہراً کچھ اور ہے اور باطناً کچھ اور ہے
دیدۂ حق بیں میں سلطان و گدا کچھ اور ہے

عالمِ دنیا ہے سارا رنج و غم میں مبتلا
کررہے ہیں کچھ دوا لیکن دوا کچھ اور ہے

تُو اُسے بھولا مگر اس نے بھلایا کب تجھے
ذات تیری اور ہے تیرا خدا کچھ اور ہے

ذکر بھی ہو استباقِ خیر بھی ہوتا رہے
آمرؔ و نوری کی یہ طرزِ دعا کچھ اور ہے

عکس و آئینہ

ہے نظر میں تُو ہی تو تیرے سوا کچھ بھی نہیں
خود سے خود موجود تو اور ماسوا کچھ بھی نہیں

رنگ و بو میں تُو ہی تو ہے رنگ تیرا بُو تری
ذرہ ذرہ[1] میں ہے تُو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

اول و آخر بھی تو ہے ظاہر و باطن بھی تو
ان مراتب میں ہمارا اب پتہ کچھ بھی نہیں

ایسی صورت میں نگاہ و قلب میں جلوہ نما
میرے مولا میرے آقا کے سوا کچھ بھی نہیں

جب اسی پر ہے نظر اور وہ نظر میں ہے مری
کس کو کیا دیکھوں دکھاؤں ماسوا کچھ بھی نہیں

کیا کِیا کس نے کِیا کس کس سے پوچھوں کیا کِیا
جب[2] وہی فاعل رہا تو پھر گلہ کچھ بھی نہیں

---

[1] ۔ بے حلول و اتحاد   [2] ۔ فاعلِ حقیقی (فاعلِ مطلق) حق ہی ہے

استباقِ خیر کی راہوں میں یوں چلنے لگے
زادِ رہ کچھ بھی نہیں اور راحلہ کچھ بھی نہیں
ساتھ [۱] میں سامان یہ ہے آپ پر ایمان ہے
آپ کی بس اک عنایت کے سوا کچھ بھی نہیں
فضلِ حق در صورتِ نوری شدہ جلوہ نما
ورنہ آمرؔ تجھ میں ہرگز حوصلہ کچھ بھی نہیں

---

[۱] ۔ حق عزّوجل سے خطاب

حسنِ کار فرما

وجود تم نے دیا نہ ہوتا تو پھر جہاں کا پتہ نہ ہوتا
عدم میں کیا تھا عدم ہی رہتا قِدم جو جلوہ نما نہ ہوتا
فلک کہاں تھا ملک کہاں تھا نشانِ عالم تلک کہاں تھا
تمہارا فیض و کرم نہ ہوتا تو کچھ کسی کو ملا نہ ہوتا
تمہیں پکاروں تمہیں سناؤں تمہارے ہی راگ میں الاپوں
تمہارے اب [۱] ماسوا میں مولا جو تم نہ ہوتے مزا نہ ہوتا
عبادتوں سے ریاضتوں سے مذاکروں سے مجاہدوں سے
کہوں گا کھا کر قسم خدا کی خدا کا حق تو ادا نہ ہوتا
بھلا جو ہوتا ہے تم سے ہوتا برا جو ہوتا ہے ہم سے ہوتا
تمہارا فضل و کرم نہ ہوتا تو کوئی ہم میں بھلا نہ ہوتا
تمہیں ہو خالق تمہیں ہو مالک تمہیں ہو داتا تمہیں ہو مولا
جو تم نہ دیتے ، کسی نے اب تک لیا نہ ہوتا دیا نہ ہوتا

---

[۱] ۔ بہ اعتبارِ نور و ظہور

تمہارا کھاتے تمہارا پیتے تمہارے ٹکڑوں پہ سب ہیں پلتے
نہ بھیک ملتی اگر تمہاری تو کوئی اب تک جیا نہ ہوتا

تمہارے جینے کا اک پتہ ہے حیات ہم میں جو برملا ہے
اگر نہ ملتی حیات تم سے جہاں میں کوئی جیا نہ ہوتا

کہاں کی لیلیٰ کہاں کا مجنوں کہاں کا وامق کہاں کی عذرا
تم ان میں گر جلوہ گر نہ ہوتے تو کوئی بھی مبتلا نہ ہوتا

اُسی[1] کی ہستی اسی کی بستی اسی کو مانو تو حق پرستی
وجود گر وہ عطا نہ کرتا تو ایک ذرہ بنا نہ ہوتا

اُسی[2] کا اب واسطہ میں لاؤں اسی کے دامن میں منہ چھپاؤں
وہ[3] بولیں ہم بھی ہم ترے نہ ہوتے ترا جو نوری پیا نہ ہوتا

کہوں میں یہ بھی کرم تمہارا وگرنہ آمرؔ تھا بے سہارا
تمہیں نے توفیق یہ بھی دی ہے وگرنہ کچھ بھی کیا نہ ہوتا

---

[1] ۔ ضمیر غائب کا مرجع وہی ہے جو اس سے پہلے کے شعروں میں مخاطب تھا

[2] ۔ حضرت نور المشائخ نوری شاہ صاحب قبلہؒ کی طرف اشارہ ہے [3] ۔ یعنی حق جل مجدہٗ

سراجِ منیر

تمہاری یاد کا ہر دم مرے دل میں اجالا ہے
اسی سے ہر جگہ ہر طور میرا بول بالا ہے

مری آہوں کو کیا دیکھے کوئی اور درد کیا سمجھے
وہی جانے جسے سوزِ جگر ہے جلنے والا ہے

ہوا مجھ سے نہیں حق تیری طاعت کا ادا بالکل
کہاں مجھ جیسے ناقص سے بھلا کچھ ہونے والا ہے

بھلائی سر بسر تجھ میں برائی سر بسر مجھ میں
ترا احسان ہے ایسے برے کو جو سنبھالا ہے

کوئی ذرہ نہیں عالم کا جس سے تو نہیں ظاہر
زمانے میں تو ہے لیکن زمانے سے نرالا ہے

تو وہ ظاہر ہے جس پر ہر طرف مظہر کے ہیں پردے
ہے مظہر آئینہ جس میں تُو ظاہر ہونے والا ہے

دِیا[۱] وہ ہے کہ جو خود دوسرے کو بھی دِیا کردے
اسی نورِ بصیرت کا ولایت میں اجالا ہے
اسی [۲] شمعِ نبوت کو تُو اپنے شیخ سے لے لے
ہٹادے ظلمتِ کثرت تو وحدت کا اجالا ہے
کوئی کیا جانے اس کے راز کیا ہیں اور وہ کیا ہے
کہ جو ادراکِ بشری سے ہزاروں طور بالا ہے
کہاں ڈھونڈے گا اس کو ان زمانوں میں مکانوں میں
کہاں تک تجھ کو فرصت ہے کہاں تک جینے والا ہے
مکاں ظاہر اور باطن میں زماں اول اور آخر میں
ہوئے گُم تو بتا اس کے سوا کیا رہنے والا ہے
ہزاروں دکھ اٹھائے اور ہزاروں زخم بھی کھائے
مگر اس کی محبت کو جگر کے خوں سے پالا ہے

۱۔ چراغ ۲۔ طالب سے خطاب

سرمایۂ حیات

اب زندگی میں رات دن تیرا ہی تذکرہ کروں
میرا تو کچھ نہیں رہا تجھ پہ ترا فدا کروں
مجھکو سمجھ کے باخدا کہتے ہیں سب کہ کر دعا
کیا منہ دکھاؤں میں تجھے کیا ہوں جو میں دعا کروں
ہوں میں بھکاری ذات میں رکھتا ہوں تجھ کو ساتھ میں
تجھ سے ہی مانگ مانگ کر لیتا رہوں دیا کروں
ہوں میں فقیر تُو غنی تجھ سا کوئی نہیں دھنی
تیرے ہی در کی بھیک پر جیتا ہوں اور جیا کروں
ایسی نماز کیا پڑھوں جس میں ترا پتہ نہ ہو
جس میں نہ تُو مجھے ملے ایسی نماز کیا کروں
میرا کہوں تو جرم سب آئیں گے تب حساب تئیں
میرا یا تیرا کیوں کہوں میں بھی نہیں کہا کروں

مرنے کا خوف بھی گیا جینے کا شوق بھی گیا
خود سے فنا ہوا کروں ان سے بقا لیا کروں
اک زندگی نئی ملی لیکن خودی نہیں ملی
ہاتھوں سے ان کے اب مجھے جو بھی ملے لیا کروں
دل کی پکار ہے یہی دار و مدار ہے یہی
تیرے لئے جیا کروں تیرے لئے مرا کروں
نوری سے لے کے نور کو دیکھا کروں حضورؐ کو
اس آئینے کو آمرا ہر لمحہ میں تکا کروں

فنا و بقا

قدرت خدا کی ہے جو کہے جارہا ہوں میں
ہر دم سہارا اس کا لئے جارہا ہوں میں
اب ذوقِ زندگی کی نہ حد ہے نہ انتہا
اس کی حیات ہے جو جئے جارہا ہوں میں
جب سے بھی سن رہاہوں سماعت اسی کی ہے
کوئی سنا رہا ہے سنے جارہا ہوں میں
او[1] صاحبِ کلام ! تُو ہی اک کلیم ہے
گونگا ہوں پر تجھی سے کہے جارہا ہوں میں
جس کو وجود ہے وہی موجود ہوسکے
یہ بھی خطا ہے ''ہوں'' جو کہے جارہا ہوں میں
جب صفحۂ وجود سے نام اپنا مٹ گیا
اس کی انا میں خود ہی چھپے جارہا ہوں میں

---

۱ - اے خدا

ہے "وحدت الوجود" تو پھر غیر کب رہے
ہے بحر وہ تو موج بنے جارہا ہوں میں

نسبت سے موج کی ہے فنا آن آن میں
اور بحر کی بقا میں بسے جارہا ہوں میں

کر وہم دور خود سے تو رب سے تو مل سکے
آمر طریقِ وصل کہے جارہا ہوں میں

نفسِ مطمئنّہ

سب یہ قدرت کے ہیں جلوے ہم میں کچھ ہمت نہیں
فعل اسکا ہے نمایاں خلق میں قوت نہیں

ایک[1] تو ہے جس سے ہے دل کو مرے چین اور سکوں
ماسوا سے بالیقیں بالکل مجھے راحت نہیں

ہے مرا رحمان تو اور میرا اطمینان تو
کونسا ہے مرحلہ جس میں تری رحمت نہیں

مل[2] گیا ایسا خدا ، اک دم نہیں ہوتا جدا
تجھ سے اک دم دل لگی کی . کیا کروں فرصت نہیں

جب مری نظروں سے پردے نسبتوں کے اُٹھ گئے
دیکھتا ہوں لب کشائی کی مجھے رخصت نہیں

میں[3] نے تجھ سے دل لگایا ، تو ہے میرا دلربا
اس سے بڑھ کر میرے حق میں اب کوئی نعمت نہیں

---

[1] ۔ حق تعالیٰ سے خطاب [2] ۔ اہلِ دنیا سے خطاب [3] ۔ حق تعالیٰ سے خطاب

ذرہ ذرہ آئینہ اور تو رہا جلوہ نما
اب سوا تیرے کسی کی ہر طرف صورت نہیں

واسطے نوری پیا کے آسرا تیرا خدا
ساتھ تیرا گر نہ چھوڑے تو کوئی زحمت نہیں

احوالِ کلیمی

نگاہِ لطف ہوجائے تو بیڑا پار ہوجائے
کرم کا بندۂ ناچیز بھی حقدار ہوجائے

تمہارے ہی کرم سے آج تک بگڑی بنی میری
بڑا ہی لطف آجائے اگر اس بار ہوجائے

مجھے یوں زندگی کی کشمکش نے قید کرڈالا
اگراک در کھلے تو دوسرا دیوار ہوجائے

مرے بھائی[1] ترا مسلک جدا ہے میں جدا سالک
تجھے جو سہل ہوتا ہے مجھے دشوار ہوجائے

---

[1] ۔ اہلِ طریق سے خطاب

بھلا پ پھر کیا بگاڑیں گی مرا کوتاہیاں میری
کرم اسکا جو مجھ پر ہر دم و ہر بار ہوجائے

مری کوتاہیوں سے دور ہوں اُس سے مگر اُس کی
نگاہِ لطف ہوجائے تو قربِ یار ہوجائے

سنبھلتا وہ کہاں خود سے سنبھالے سے سنبھلتا ہے
نہ ہو فیضانِ نوری تو کلیمی ۲ خوار ہوجائے

---

۲ ۔ یہاں کلیمی بطورِ تخلص استعمال کیا گیا ہے

دوامِ حضور

مرے ساتھ جب ہے مرا خدا مجھے کیا کمی مجھے کیا نہیں
مجھے مل گئے ہیں جو مصطفیؐ مجھے کیا کمی مجھے کیا نہیں

مری چشمِ تر کی ضیا ہیں وہ مرے ہر مرض کی دوا ہیں وہ
مجھے یاد ہے تو یاد ہے مرا ذکر اسکے سوا نہیں

کوئی آیا اپنا بھلا کیا جو نہ آیا اپنا برا کیا
مجھے اب کسی کا گلہ نہیں مجھے کیا کمی مجھے کیا نہیں

مری ۱ آنکھوں میں کوئی اب نہیں سوا ان کے کوئی بھی رب نہیں
مرا کوئی ان کے سوا نہیں کوئی اور میرا خدا نہیں

میں رہوں تو مجھ سے ہیں زحمتیں نہ رہوں تو ان کی ہیں رحمتیں
اسی واسطے میں رہا نہیں تو کہیں بھی میرا پتہ نہیں

---

۱ ۔ یعنی ہستئی موہوم کو ہستئی حقیقی میں محو کر دے

رشکِ سکندری

تیرے[۱] بغیر ساقیا دل کو کہاں قرار ہے
چین گیا سکوں گیا اپنا یہ حالِ زار ہے

جسم[۲] میں قلب وروح میں ہر ذرۂ ظہور میں
اس سے ہی بس قیام ہے اسکا ہی انتظار ہے

تیرے کرم کا شکر کیا ہم سے ادا بھی ہوسکے
اپنا ہے کیا جو کرسکیں تجھ پہ ترا نثار ہے

ذوق[۳] جو زندگی میں ہے اس سے ہے اوراسی سے ہے
پیر کہوں پیا کہوں نوری پہ جاں نثار ہے

جو بھی کہوں کہوں اسے ہوں کیا جو کچھ کہوں اسے
اسکے بغیر ہے خزاں وہ ہے تو بس بہار ہے

بس اتنی بات یاد ہے وہ ایک میرے ساتھ ہے
اس سے مری نجات ہے اسکے بغیر نار ہے

شاہی سے برتری ہے یہ ، رشکِ سکندری ہے یہ
اسکے غلاموں میں جو اے آمرؔ ترا شمار ہے

۱۔ حق تعالٰی کی طرف اشارہ ہے
۲۔ اس شعر سے مقطع تک نور المشائخ حضرت سید نوری شاہ رحمۃاللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے
۳۔ نور المشائخ حضرت سید نوری شاہ رحمۃاللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے

التفاتِ حُسن

تمہاری یاد میں ہم خود بھلائے جاتے ہیں
کبھی ہنسائے کبھی خود رلائے جاتے ہیں

خبر نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے عالم میں
خبر تمہاری ہر اک کو سنائے جاتے ہیں

مٹے ہیں خاطرِ مولا تو پھر نظر کیوں آئیں
مٹے ہوئے بھی تو انکو دکھائے جاتے ہیں

مصیبتوں ہی میں رہتے ہیں رات دن اب ہم
تمہیں جو دیکھ لیا مسکرائے جاتے ہیں

گناہ[۱] کرتا ہوں نیکی تو کی نہیں میں نے
خطا کو بھی مری نیکی بتائے جاتے ہیں

۱۔ بقوائے حَسَنات الابرار سَیّئاتُ المُقَرّبین ۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

کبھی نہ بھوکا رہا اب تلک نہ میں پیاسا
طلب سے پہلے کھلائے پلائے جاتے ہیں

ہر[۱] ایک لمحہ گذرتا ہے تو سمجھ لو تم
اِدھر سے یوں ہی اُدھر کو بلائے جاتے ہیں

نظر[۲] میں یار ہے اپنا نہیں ہیں اب اغیار
جگر کے زخم اسی کو دکھائے جاتے ہیں

وہ[۳] دیکھ لیتے ہیں تو زخم سارے بھرتے ہیں
نئی طرح سے نئے زخم کھائے جاتے ہیں

وہ کام غیر سے مشکل سے بھی جو ہو نہ سکیں
وہی ہماری طرف سے کرائے جاتے ہیں

کہا[۴] کہ پوچھ لے نوری سے وہ پتہ دیگا
ہماری مرضی ہم اس میں دکھائے جاتے ہیں

۱۔ غفلت شعاروں سے خطاب ۲۔ یہاں یار سے مراد باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہیں
۳۔ یعنی جب حق تعالیٰ چشمِ رحمت سے دیکھ لیتے ہیں ۴۔ بذریعۂ الہام حق تعالیٰ کا ارشاد

اسی دم آکے میں قدموں پہ گر کے رونے لگا
اٹھاتے[1] ہیں مجھے اور مسکرائے جاتے ہیں
تو فتویٰ مل گیا حق کی رضا کا آمر کو
ادھر [2] علیؓ و نبیؐ مسکرائے جاتے ہیں

---

[1] ۔ یعنی حضرت نورالمشائخ سید نوری شاہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
[2] اس شعر میں عالمِ خیال کی تصویر کشی کی گئی ہے

جانِ فرہنگ

کسی کا عینِ حق ہونا حقیقت اس کو کہتے ہیں
جو ہے اس کو ہی ہے کہنا صداقت اس کو کہتے ہیں
کوئی [1] اپنا سمجھتا ہے کوئی حق کا سمجھتا ہے
خیانت اس کو کہتے ہیں امانت اس کو کہتے ہیں
مرا اور تیرا اہلِ حق بھی کہتے ہیں ضرورت پر
اضافت خلق کی ، حق کی اصالت اس کو کہتے ہیں
ہمیشہ حق کو حاضر اور ناظر جو سمجھتے ہیں
خودی کھو کر اسے دیکھیں شہادت اس کو کہتے ہیں
نظر [2] میں خلق رہ جائے یا اسمیں حق نظر آئے
بصارت اس کو کہتے ہیں بصیرت اس کو کہتے ہیں

---

[1] یعنی کسی شئی کو اپنا سمجھنا خیانت اور ہر چیز کو حق کی مِلک تسلیم کرنا امانت ہے یہاں لف ونشر کی صنعت استعمال کی گئی ہے
[2] بصارت عام ہے بصیرت خاص ہے بصارت عارف وعامی دونوں کو حاصل ہے مگر بصیرت صرف عرفانِ حقیقی ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے اس شعر میں بھی صنعتِ لف ونشر ہے

ڈراتا جابروں کو تو ہنساتا جا بھلوں کو تو
نذارت اس کو کہتے ہیں بشارت اس کو کہتے ہیں
کوئی حق کی طلب میں ہے کسی میں حق نمائی ہے
ارادت اس کو کہتے ہیں مشیخت اس کو کہتے ہیں
محامد ہیں خدا کے واسطے سارے مراتب میں
ستائش خود کی جو چاہے حماقت اس کو کہتے ہیں
اگر بننا ہے کچھ تجھ کو خودی کو تو مٹاتا جا
خدا والے ترقی کی علامت اس کو کہتے ہیں
تجھے فطرت نے جو کچھ دیدیا تجھ کو مبارک ہو
بجا مصرف ہو گر اسکا فضیلت اس کو کہتے ہیں
خودی کو دور کرنے کی ہمیشہ سوچ میں رہ جا
مشقت اس کو کہتے ہیں ریاضت اس کو کہتے ہیں
تجھے آمرؔ جہاں بھی جس طرح بھی جو بھی ملتا ہے
یہ ہے فیضانِ نوری اور حمایت اس کو کہتے ہیں

عشقِ معتبر

کیا ہوگیا دل میرا بتا ہی نہیں سکتا
کیا حال ہے اب میرا جتا ہی نہیں سکتا
اک لمحہ بھی دل میرا جدا تجھ سے نہیں ہے
وہ حُسن ہے تیرا کہ بھلا ہی نہیں سکتا
ہیں ظاہر و باطن میں ترے جلوے ہی جلوے
اب غیر ترا دل میں سما ہی نہیں سکتا
یہ جان بھی قرباں ہے ترے نام پہ جاناں
یہ پیار کسی پر بھی تو آ ہی نہیں سکتا
کیا بات ہے اس طرح لیا دل مرا تو نے
پہلومیں پھر اب دل مرے آ ہی نہیں سکتا
ہے حضرتِ نوری سے اُسے کتنی عقیدت
آمرؔ تو کسی کو یہ بتا ہی نہیں سکتا

امیدِ کرم

مرے حالِ زار پہ اے خدا ترا فضل ہوتا ہی جائیگا ،
کوئی ساتھ ہو کہ نہ ہو مرے، مرا مدّعا تو بر آئیگا
مجھے ذاتِ خلق کا ہے پتہ کہ ہمیشہ غم کی ہے یہ گھٹا
جو خدا کی یاد میں ہے سدا اسے کیسے چین نہ آئیگا
مجھےعزم ہے نہ ہی جزم ہے نہ ہی ضبط ہے نہ قرار ہے
تُو نے ہر طرح سے بچالیا تو ہی ہر طرح سے بچائیگا
مرے خالقا مرے مالکا مرے رازقا مرے قادرا
تُو نہ دے تو پھر ذرا یہ بتا کوئی ہے جو دیتا بھی جائیگا
تُو کریم ہے تو رحیم ہے تو غنی ہے اور حمید ہے
مجھے ہے یقیں مرے مالکا تو ہی دیگا اور دلائیگا
تری عزتوں کی قسم مجھے تری عظمتوں کی قسم مجھے
ترے در سے اٹھ کے ترا گدا کسی اور در پہ نہ جائیگا

تونے آج تک بھی دیا مجھے کسی کام سے کسی نام سے
انہیں پردہائے مجاز کو جو اٹھائے گا تجھے پائیگا
مجھے [۱] تنگ کردیا عشق کے کہیں جذب نے کہیں کیف نے
کہ میں پھاڑدونگا حجاب تو ، تُو کہاں چھپے گا چھپائیگا
میں رہوں لٹوں کہ جیوں مروں مجھے اس سے واسطہ کچھ نہیں
میاں تم ملے تو ہے سب ملا کوئی کیا ملے گا ملائیگا
میں حقیر مشتِ تراب تھا یوں کہوں کہ خانہ خراب تھا
مجھے جو بھی تو نے بنادیا کوئی ہے جو ایسا بنائیگا
مجھے پالنا ترا کام ہے میں جیوں تو تیرا ہی نام ہے
کہ جو کھارہا ہے وہ عبد ہے وہ کہاں کسی کو کھلائیگا
میں [۲] نے ایک رخ تو بتادیا مجھے اسمیں پائیگا لاپتہ
مرا دوسرا ہے پتہ مجھے سگِ در تو نوری کا پائیگا
درِ خانقہ پہ تو آمرا بڑی مدتوں سے ہے کیوں کھڑا
میں یہ چاہتا ہوں مرے پیا ترے دل میں گھر بنا جائیگا

[۱] عشق کا جذب وکیف سالک کے احوالِ باطن کو عالم آشکارا کرکے رہتا ہے
[۲] حضرت مصنف دامت برکاتہم اپنے عزیز سے مخاطب ہیں [۳] حضرت مصنف دامت برکاتہم سے انکے شیخ کا سوال مصرعِ اول میں ہے اور مصرعِ ثانی میں حضرت مصنف کا جواب۔

یا کریم

مجرم نہیں ہے مجھ سا داتا نہیں ہے تجھ سا
بندہ نہیں ہے مجھ سا مولا نہیں ہے تجھ سا

در چھوڑ کر ترا اب جاؤں میں کس کے در پر
بےدر نہیں ہے مجھ سا ملتا نہیں ہے تجھ سا

ہوں میں خراب و خستہ لایا ہوں دل شکستہ
ایمان ہے یہ کہتا مولا نہیں ہے تجھ سا

تو جانتا ہے حالت میری بنی ہے کیا اب
روتا نہیں ہے مجھ سا سنتا نہیں ہے تجھ سا

جو کچھ سنارہا ہوں تجھ کو سنارہا ہوں
منگتا نہیں ہے مجھ سا داتا نہیں ہے تجھ سا

ہر طور سے تجھی کو رو رو کے میں سناؤں
تو خود کہے گا کیا ہے روتا نہیں ہے تجھ سا

تیرے کرم کا صدقہ سب کو ملا ہے آقا
تجھ سے تو سب ہے ملتا ، ملتا نہیں ہے تجھ سا

دنیا کے سب سہارے ہم نے ہیں دیکھ ڈالے
ماویٰ نہیں ہے تجھ سا ملجا نہیں ہے تجھ سا

ہر گل میں تیری بو ہے تیری ہی جستجو ہے
باوصف سب میں تو ہے یکتا نہیں ہے تجھ سا

پاپی ہوں پاپ میں ہوں یعنی کہ آپ میں ہوں
جھوٹا نہیں ہے مجھ سا سچا نہیں ہے تجھ سا

ان کو جو رحم آیا نوری پیا ہی آیا
پوچھا یہ کیا ہے آمر روتا نہیں ہے تجھ سا

بولا کہ میرے مولا تو ہے مرا وسیلہ
تجھ بن اگر چلوں میں رستہ نہیں ہے تجھ سا

اپنا تعارف

بظاہر جی رہا ہوں در حقیقت مررہا ہوں میں
مَرا خود سے مگر اُن سے یقیناً جی رہا ہوں میں
مجھے مرنا ہی زیبا ہے انہیں جینا ہی زیبا ہے
اسی باعث انہیں پر رات دن اب مررہا ہوں میں
میں آئینہ ہوں ان کا دیکھنے والو ! مجھے دیکھو
یقیناً اَسْمَا کا آئینہ ہوں حق نما ہوں میں
جو راہِ حق میں مارا جائیگا وہ مر نہیں سکتا
یہ بَل اَحیاء کی منزل ہے کہ جس میں جی رہا ہوں میں
نہ بندہ ہوں کہ جیسے تم سمجھتے ہو مجھے بندہ
اسی سے ہوں اسی کا ہوں اسی پر اب فدا ہوں میں
فنا میری بقا اسکی ، ملی مجھ کو بقا اس کی
فنا ہوتے ہوئے بھی آج تک عینِ بقا ہوں میں

نہ اپنوں نے مجھے سمجھا نہ غیروں نے مجھے دیکھا
خدا ہی جانتا ہے رہ گیا ہوں یا گیا ہوں میں
مرا مسلک نرالا ہے مری حسرت نرالی ہے
خدا ہی پر خدا ہی پر خدا ہی پر فدا ہوں میں
خدا سے مانگنے والے خدا سے مانگتا کیا ہے
خدا ہی کو خدا ہی کو خدا سے مانگتا ہوں میں
بلا [۱] چابی کے آنا مطلقاً جائز نہیں رکھا
ہے چابی نسبتِ شیخی اسی سے کھل رہا ہوں میں
سمجھ چابی ہے نوری اور قرآں قفل ہے اس کا
تو آمؔر اس سے کھولے جا کھلوں گا اور کھلا ہوں میں

۱۔ خود شناسی کا طریقہ

ترکِ اسباب

فضل[1] الٰہی کا نتیجہ ہے جو بھی ہوا ورنہ ہم سے بھلا ہائے کیا ہوسکے
جو ہوا وہ تمہارے کرم سے ہوا بس ستم کے سوا ہم سے کیا ہوسکے
دوستو کان کھولو ذرا سن بھی لو دوستی بھی یقیناً تمہاری نہیں
ان کی چاہت سے تم چاہتے ہو مجھے ورنہ معلوم ہے تم سے کیا ہوسکے
میں اگر سوچتا ہوں تو ہیں آفتیں خودکو جب دیکھتا ہوں تو ہیں زحمتیں
تم مرے ساتھ ہو تو مجھے کیا کمی ہر مصیبت یقیناً ہَوا ہوسکے
تو مرے ساتھ ہے اور مرے پاس ہے تجھ سے قائم یقیناً مری ذات ہے
ایسی صورت میں مجھ سے بھلا کیا نہ ہو کیوں نہ شاہوں سے اونچا گدا ہوسکے
آمرا فضلِ حق سے تجھے مل گیا بہ طفیلِ رسولؐ خدا مدّعا
ہے وسیلہ ترا جبکہ نوری پیا کیوں نہ پھر تیری حاجت روا ہوسکے

---

[1] ۔ فضلِ حق شاملِ حال نہ ہوتو بندے سے خیر کا صدور نہیں ہوتا۔ جو بھی خیر عبد سے صادر ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم کی دین ہے۔

حیرتوں کا سفر

سوا اس زندگی کے آ بتادوں زندگی بھی ہے
عجب عالم ہے اسکا اور الگ اک بندگی بھی ہے
جوابِ لن ترانی سے نہ ہو مایوس اے سائل
ولٰکن سے یقیناً اس طرف آمادگی بھی ہے
تجھے منشائے حق کا عین بننا آ نہیں سکتا
اسی خاطر کسی بندے کی کرنی بندگی بھی ہے
وہی راز و نیازِ عشق کی منزل سے واقف ہے
کسی وارفتہء حق کی جسے وارفتگی بھی ہے
کھِلاتا ہے پلاتا ہے جلاتا ہے خدا تجھ کو
اسی کے زیرِ احساں زندگی اور مردگی بھی ہے

گذر اس مادّیت سے نظر کر ماورا اس کے
اسی میں رہروی بھی ہے اسی میں رہبری بھی ہے

اسی کا نام مرنا ہے اسی کا نام جینا ہے
فنا میں بندگی بھی ہے بقا میں زندگی بھی ہے

اسی منزل بہ منزل سیر میں آگے تو بڑھتا جا
ولیؒ کی اور علیؓ کی اور نبیؐ کی رہبری بھی ہے

حقیقت مصطفیٰؐ کی خود وہ جانے یا خدا جانے
خدائی ساری بس اک جلوہ گاہِ احمدی بھی ہے

جو تجھ کو تربیت شیخِ طریقت کی میسر ہو
ہر اک آیت میں دیکھے گا نبیؐ کی برتری بھی ہے

لِلّٰہیت

ہم کو ملنا ہے بس ان سے ہی ملانے کے لئے
نہ زمانے کے لئے اور نہ کمانے کے لئے

جس سے ملتے ہیں ہم ان کی ہی سنا دیتے ہیں
ہم [1] بلاتے ہیں اِنہیں اُن سے ملانے کے لئے

درد [2] سینے میں جو رکھتے ہیں وہ کیا دکھلائیں
تم سنو یا نہ سنو ہم ہیں سنانے کے لئے

زندگی [3] ختم کے آئی ہے قریب اب اپنی
پھر یہ غفلت کے خزانے ہیں جمانے کے لئے

جو بھی ہم کہتے ہیں اپنے سے نہیں کہتے ہیں
سامنے ہم کو کیا ، خود کو چھپانے کے لئے

---

[1] یعنی ہم مخلوق کو خالق سے ملانے کیلئے بلاتے ہیں [2] عوام سے خطاب
[3] ۔ اس شعر میں دنیا کی دو روزہ زندگی میں انہاک اور آخرت کی ابدی حیات سے غفلت شعاری پر طنز آسانی سے محسوس کیا جا سکتا ہے

ہم تو اک جنبش و حرکت کے نہیں ہیں قابل
ہیں یہ افعال تو قدرت کو دکھانے کے لئے

اس قدر علم ہے ہم کو کہ ارادہ اپنا
مَا تَشَاؤنَ [۱] کی آیت ہے سنانے کے لئے

ہم نے جب علم کے میدان میں خود کو دیکھا
طِفلِ مولود کی حالت ہے بتانے کے لئے

نیستی میں نہیں جب اپنا وجود اے آمر
نام کا پردہ لیا خود کو چھپانے کے لئے

---

[۱] ۔ وَمَا تَشَاؤنَ اِلَّا اَن یَّشَاءَ اللہ (قرآنِ مجید)

شکر صد شکر

فضلِ حق سے آج تک میں کیا کہوں کیا کیا ہوا
اس سے بڑھ کر کیا کہوں مردہ جو تھا زندہ ہوا

جہل کی دنیا میں مَیں تھا مجھ کو آتا کچھ نہ تھا
اس کے علم و فضل سے ناداں جو تھا دانا ہوا

عجز تھی اپنی صفت اور ہم تو کچھ کرتے نہ تھے
اس کی قدرت سے ہمارا بول پھر بالا ہوا

کچھ نہیں تھا نام اپنا عالمِ امکان میں
جو نہیں تھا وہ ہوا اور جو ہوا اچھا ہوا

تُو [۱] نہیں تھا اور نہیں ہے اور نہ ہوگا ایک دن
تھا وہی اور ہے وہی اور جو ہوا اسکا ہوا

قولِ [۲] لَولاکَ لَمَا سے شان یہ ظاہر ہوئی
رب کا وہ بندہ ہوا اور سب کا وہ مولا ہوا

---

[۱] ۔ غیرِ یک ذات در دو عالم کو ۔۔ لَیسَ فِی الکَائِنَاتِ اِلّا ھُو [۲] ۔ نعتیہ

ہر طرف ۱؎ عبدِ حقیقی کا نہ کیوں چرچا رہے
یہ وہ بندہ ہے کہ جس پر خود خدا شیدا ہوا

مثلِ احمدؐ کائناتِ عالمِ اِمکان میں
ہو نہیں سکتا نہ کوئی آج تک پیدا ہوا

لَا اِلٰہَ ۲؎ سے جَلادے پرچمِ باطل کو تو
دیکھ اِلَّا اللہ کا قائم جا بجا جھنڈا ہوا

کر دعا حق سے ہمیشہ استقامت کے لئے
مانگ فضلِ حق کو بابا دم بہ دم روتا ہوا

آمرا نوری پیا جب تجھ سے راضی ہوگیا
تجھ سے راضی مصطفٰیؐ اور خالقِ یکتا ہوا

۱؎ - نعتیہ ۲؎ - مسلم سے خطاب

ہم کو باتیں بنانی تو آتی نہیں بات اب خلق کی دل کو بھاتی نہیں
شکل وصورت میں جب یار ہی یار ہے اس کی صورت نگاہوں سے جاتی نہیں
لاکھ مخلوق کھینچے کھنچائے تو کیا اب ادا خلق کی دل لبھاتی نہیں
ساتھ ہوکر ہزاروں کے پھر ایک ہے سب ۱؎ عدم ہے وجود انکا ذاتی نہیں
دل تو ہر دم تمہارا فدائی ہوا وہ محبت ہے دل میں جو جاتی نہیں
ایک لمحہ بھی ہم تم سے غافل نہیں دنیا آتی ہے تم کو بھلاتی نہیں
لاکھ آجائے دنیا و مافیھا سب دل میں مطلق جگہ کچھ بھی پاتی نہیں
ہوں سراسر خطاکار و بدکار میں پھر بھی امیدِ رحمت تو جاتی نہیں
چین دل کا گیا اور سکوں بھی گیا رات آتی ہے پر نیند آتی نہیں
روتے روتے گذرتی ہے اب زندگی اب ادائے دعا بھی تو آتی نہیں
سر اٹھایا تو نوری پیا آگیا اور کہا آئی رحمت کیا آتی نہیں
آمر ۲؎ ایسا پریشان کیوں ہوگیا مجھ سے کروا دعا تجھ کو آتی نہیں

۱؎ - ممکنات کا وجود ذاتی نہیں اضافی ہے۔ ممکن عدمِ اضافی کو کہتے ہیں ۲؎ - حضرت نوریؒ کا ارشاد

شکرِ نعمت

مرے عمل کا نہ معلوم کیا صلہ ہوگا
جہنمی بھی کوئی مجھ سے کیا برا ہوگا

عمل پہ کچھ نہیں دارومدار رحمت کا
تمہارے فضل و کرم سے مرا بھلا ہوگا

ملا جو کچھ ہے وہ تیرے کرم کا صدقہ ہے
وگرنہ ہم سے فقیروں کا حال کیا ہوگا

مدارِ زندگی ظاہر میں بس ہوا پر ہے
یہ رُک گئی تو کوئی لمحہ بھر جیا ہوگا

اگر نہ شمس وقمر ہوں اگر نہ ہوں تارے
جلے گا کیا وہ جو مخلوق کا دِیا ہوگا

ہزار بار برائی کی میں نے کوشش کی
ترا کرم جو بچائے تو کب بُرا ہوگا

جہاں نے اس کا ہراک طور سے برا چاہا
خدا کے فضل سے آمرؔ کہاں برا ہوگا

دُعا

کچھ سن بھی لے ہماری او ! سب کی سننے والے
کب سے سنا رہے ہیں تجھ کو سنانے والے
دل دکھ رہا ہے بےحد حالت بری بنی ہے
اب رحم کر خدایا او ! رحم کرنے والے
جو بھی عمل ہوئے ہیں بگڑے ہوئے ہوئے ہیں
اب فضل ہم پہ کردے او ! فضل کرنے والے
جو کچھ کیا ہے ہم نے وہ سامنے ہے تیرے
اب عفو کردے آقا او عفو کرنے والے
عاجز ہیں بےنوا ہیں در کے ترے گدا ہیں
اپنی رضا کے صدقے دے سب کو دینے والے
اب اپنے دل سے آمر کر پھر رجوعِ کامل
پھر تو پکار اسکو او عفو کرنے والے
تا فضل پر وہ آئے اور تجھ کو یوں سنائے جا بخش دیں خطائیں رو رو کے کہنے والے

لائحۂ عمل

مذاقِ زندگی کو اب بدل کر کام کچھ کر لے
کہاں تک نام ڈھونڈے گا بس اپنا کام کچھ کر لے
گذرتے ہی گئے سب دن تو غفلت میں رہا سوتا
ذرا ہشیار ہو کر اب ۱؎ وہاں کے کام کچھ کر لے
گئے دن عمر کے سارے کے سارے اب رہا کیا ہے
گئی سب صبح تیری رہ گئی ہے شام کچھ کر لے
بھلا دے خلق کو دل سے مٹا دے وہم کے نقشے
تو فارغ ہو کے اس کی یاد صبح و شام کچھ کر لے
حقیقت میں تو خاکی ہے بڑائی چھوڑ دے ساری
خدا والوں کا اب دل سے ذرا اکرام کچھ کر لے
ملا دنیا کی خاطر ہر کس و ناکس سے تو اب تک
خدا کے واسطے ملنے کا اب اقدام کچھ کر لے

۱؎ ۔ عالمِ آخرت

جہاں کے حکم ماننے پر ملا کیا تجھکو دیوانے
خدا کے واسطے پابندیٔ [۱] احکام کچھ کرلے

زباں تیری خداگو ہے مگر دل میں جدا ہُو ہے
اسی اک کا ہے سب جلوہ کوئی اقسام کچھ کرلے

خودی کو کھو کے پانا ہے کسی میں مست رہنا ہے
کسی میخوار کے ہاتھوں سے لیکر جام کچھ کرلے

خدا حق، ماسوا اس کے سبھی اشکال وہمی ہیں
خدا کے واسطے اب تو ہٹا اصنام کچھ کرلے

عدم سے تو ہے آیا ساتھ میں کچھ بھی نہیں لایا
قِدم سے جو ملا تجھکو سمجھ انعام کچھ کرلے

میں خود اپنے پتے سے بےخبر تھا رنج و غم میں تھا
تو نوری بن کے نورِ حق کہا اب کام کچھ کرلے

کہاں جائے گا آمؔر کون ہے میرے سوا تیرا
ادھر کو آ ادھر کو آ ادھر آرام کچھ کرلے

---

[۱] - احکام شریعت

تلقینِ خبر

غفلت سے نکل کچھ کام بھی کر ہونا جو نہ تھا وہ ہو بھی گیا
اس زندگی کا سب سرمایہ کھونا جو نہ تھا وہ کھو بھی گیا

اس عالمِ فانی میں بابا رہنے کی نہیں ہے کوئی جگہ
بے گھر بھی گیا بے زر بھی گیا جو صاحبِ زر تھا وہ [۱] بھی گیا

اس زندگی کے اوراق الٹ اور دیکھ کیا ہے کیا ابتک
غفلت کے تو دن غفلت میں کٹے ہشیار ہوا تو سو بھی گیا

بدکار ہی کیا دکھ پاتے ہیں دکھ درد میں نیکوکار بھی ہیں
تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے ہوگا بھی وہی اور ہو بھی گیا

ہر مال یہاں کا فانی ہے ذومال تلک بھی فانی ہے
حاتم ہی سے کیا جاتا ہے میاں قارون بنا تھا وہ بھی گیا

نام اسکا بھی ہے اور اسکا بھی دونوں بھی گئے اور دولت بھی
اک نام پہ رحمت ہوتی ہے اک موجبِ لعنت ہو بھی گیا

---

[۱] - حرفِ ردی یہاں اگرچیکہ واو ہونا چاہئے تھا مگر ہائے ہوز یہاں صوتی اعتبار سے واو محسوس ہو رہا ہے

کرتا ہے عبادت تو اپنے ذمّے سے تو فارغ ہوتا ہے
خیرات میں تیری نسبت سے رب ذمّے سے فارغ ہو بھی گیا
تجھ سے بہ طفیلِ نوری اب کیا ہو نہیں سکتا کیا نہ ہوا
کیا شان ہے تیری اے آمرؔ کرتا بھی نہیں اور ہو بھی گیا

فکرِ فردا

بہت کچھ کھودیا جو ہے غنیمت جان اے بابا
کیا ہے کیا ؟ تھا کرنا کیا ؟ یہ اب پہچان اے بابا
گئے آگے بہت کچھ اور بہت جاتے نظر آئے
مسافر ہو کے منزل سے ہے کیوں انجان اے بابا
کہیں شادی کسی کی ہے کہیں پہلو میں بربادی
یہ دنیا ہے بدلتی ہر دم و ہر آن اے بابا
کہیں ہنسنا کہیں رونا کہیں رو رو کے چپ رہنا
یہ ہے احوالِ دنیا ہر گھڑی ہر آن اے بابا
کسی نے ابتدا سے انتہا تک غم نہیں جانا
کسی کے دل میں سارے رہ گئے ارمان اے بابا

غرض دنیا سے دل کیا ہے لگایا پھیر لے اسکو
یہی ہے رازِ پنہاں اور یہی عرفان اے بابا
یہ دنیا چیز ہے کیا؟ اس جہاں سے لے کے جانا کیا؟
یہ تن تک چھوٹ جائیگا یقیناً جان اے بابا
بُھلادے زعم کو اپنے مٹادے وہم کو اپنے
بنا ''لا'' نعم کو اپنے اَنا کو جان اے بابا
تو کیا جانے گا آمر تجھ کو کیا تھا جاننا آتا
یہ سب نوری پیا کا تجھ میں ہے فیضان اے بابا

مواعظِ حَسَنہ

اے بندۂ مومن تو اک کام یہاں کردے
بس خود کو نہاں کردے اور ان کو عیاں کردے
اس عالمِ فانی میں کیا نام کوئی چاہے
اب ان کے لئے خود کو بے نام و نشاں کردے
غفلت کی یہ آوازیں کب تک ترے کانوں میں
اب فاش ذرا تو ہی خود رازِ اذاں کردے
کیوں فکرِ جہاں میں تو بیتاب و تواں ہے تو
اب قوتِ ایماں سے تو خود کو جواں کردے
ہر منزلِ مسلک میں تو آگے ہی بڑھتا جا
جو چال رواں تیری ہو اسکو دواں کردے
جائے جو کوئی جائے آئے جو کوئی آئے
تُو ترک برائے حق اب کون و مکاں کردے

ہر ایک کے دل میں تھا ہر طور سے گھر کرتا
اب اسکے بھی دل میں تو بس ایک مکاں کردے

تُو عینِ وجودی ہے گرچہ کہ تُو قیدی ہے
جولاں گہِ عالم میں خود کو بھی رواں کردے

ہو کر تو فنا خود سے ، پالے تو بقا اس سے
بے قیدِ زماں کردے بے قیدِ مکاں کردے

آمّر تری منزل میں اک نور ہے نوری ہے
اُس نورِ نہاں کو تو نوری سے عیاں کردے

لطفِ زندگی

پریشاں ہو نہ بندے ہر طرح اللہ کافی ہے
سبب فانی، مسبّب ہر دم و ہر آن باقی ہے

تری کوتاہیوں کی تھی سزا جو در بدر بھٹکا
ارے ناداں! وہ اقرب از رگِ جاں تیرا ساتھی ہے

اُسی کا سازوساماں ہے اُسی کا سب یہ فیضاں ہے
جو اسکے غیر کا یا اپنا سمجھے گا وہ باغی ہے

ہٹا عالم کو نظروں سے مٹا سب ذہن کے نقشے
وہی تو قلبِ مومن کے لئے بس ایک ہادی ہے

سمندر میں نہیں تنگی مگر ہے ظرف میں تنگی
مُسبّب سب میں عالی ہے سبب کم ظرف پاپی ہے

کچل دے ظرف کو اپنے، مَسل دے قلب کو اپنے
اتر جا بحر میں اسکے تو پھر پاکی ہی پاکی ہے

وہ ہادی قلبِ مومن کا مُضِل ہے قلبِ فاسق کا
جسے تقویٰ ہے وہ تیرے وہ ڈوبیگا جو طاغی ہے
غنی ہے تو خدا ہی ہے ، دھنی ہے تو خدا ہی ہے
خدا سے لیکے ان کو دے میاں یہ کام عالی ہے

اُسے رو رو کے میں نے جب پکارا تو کہا آ مر
مرا ہے وہ جو نوری ہے نہیں اسکا جو ناری ہے

دعوتِ حق

غم نہ کر وحشت نہ کھا فضلِ خدا ہوجائے گا
سب سے کٹ جا اسکا ہوجا حق ادا ہوجائے گا
چھوٹنے والا ہے عالم چھوڑ دے بابا اسے
ورنہ اک دن تجھ سے یہ سب خود جدا ہوجائے گا
سننے والا منتظر ہے تو سناتا ہی نہیں
خود جو ہے محتاج آخر اس سے کیا ہوجائے گا
اب تلک دنیا و ما فیہا پہ تو مرتا رہا
سب جدا ہوجائیں گے تو بھی جدا ہوجائے گا
تیرا خالق ، تیرا مالک ، تیرا رازق ، تیرا رب
ہے رگِ جاں سے لگا کیا وہ جدا ہوجائے گا
سب تجھے چاہیں گے جب تک تجھ سے کچھ ملتا رہے
انقطاعِ فیض پر عالم جدا ہوجائے گا

پھول ہے سب کو بھلا جبتک ہے اسمیں رنگ و بو
رنگ و بو جائے نکل تو گُل برا ہوجائے گا

تُو[۱] ہے مثلِ گُل میاں تجھ میں ہے حق کی رنگ و بو
ہو جدا یہ رنگ و بو تو گل فنا ہوجائے گا

جو ہے حق کا حق ہے اسکا ، حق ہے جسکا اسکا سب
اک نہ اک دن ہاں میاں یہ فیصلہ ہوجائے گا

کون ہے تیرے سوا کس سے کہوں تو ہی بتا
اک عنایت ہو تو میرا مدعا ہوجائے گا

مانتا ہوں میں نہیں لائق جو . وہ میری سنے
آپؐ سے اک لفظ کافی مصطفیٰؐ ہوجائے گا

تھے صحابہؓ حق کی مرضی کو نبیؐ میں دیکھتے
ناخوشی میں تھے سمجھتے رب خفا ہوجائے گا

۱۔ نفختُ فیہِ من رُوحی (میں نے اسمیں اپنی روح پھونکی) اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں ہم میں جو زندگی ہے اور جو کچھ کمالات پائے جاتے ہیں وہ حق تعالیٰ ہی کے عطا کردہ ہیں

جب نبیؐ نے کرلیا پردہ تو تیرا آئینہ
ہے ولی جس سے خدا خود رونما ہوجائے گا

اس لئے آمؔر کا مرنا اور جینا ہے یہی
"مجھ سے راضی کیا مرا نوری پیا ہوجائے گا"

اِرتقاء

آگے بڑھ پیچھے نہ ہٹ فضلِ خدا ہونے کو ہے
استباقِ خیر میں تیرا بھلا ہونے کو ہے
غفلتوں سے کچھ نکل باقی ہے کیا ؟ سب ہوگیا
ابتدا سب ہوگئی اب انتہا ہونے کو ہے
عزمِ راسخ جب ہوا تو سارا عالم جھک گیا
تیرا حامی خالقِ ارض و سما ہونے کو ہے
ذرہ ذرہ سے جبل ہے قطرہ قطرہ بحر ہے
استباقِ خیر بھی لا منتہا ہونے کو ہے
کیا ملا نسخہ تجھے ، سارے خزانے مل گئے
کیا خبر تجھ کو یہ اک دن کیمیا ہونے کو ہے
اس سے بڑھ کر آمرا تجھ پر کرم کیا ہو بھلا
تیرا حامی جب مرا نوری پیا ہونے کو ہے

بیانِ وفا

وفا کا کام کہاں جب وفا کا نام نہیں
ہے بے وفا یہ جہاں اسکا اور نام نہیں
دل اب تو اٹھ ہی گیا مطلقاً جہاں سے مرا
خدا کا فضل ہے اِس بے وفا سے کام نہیں
جہاں میں قدر تو جوہر کی جوہری جانے
ہوس کے مرغ کا جوہر پرکھنا کام نہیں
اب اچھی طرح سے معلوم مجھ کو ہو ہی گیا
عدم کی ذات میں مطلق وفا کا نام نہیں
تقیّدات ے کو توڑا کرم کیا مجھ پر
کوئی حجاب نہیں اور کہیں قیام نہیں

ہٹا [۲] کے غیر کو ، پاس اپنے خود بلا ہی لیا
سوا شہود کے اب صبح و شام کام نہیں

وطن [۳] میں رہتے ہوئے تُو سفر میں ہے آمرؔ
تُو وہ مقیم ہے جسکا کوئی مقام نہیں

---

[۱] ۔ حق تعالیٰ نے تقیدات کو توڑ کر سالک پر خاص کرم فرمایا ۔
[۲] ۔ اپنے پاس بلالینے کا مطلب اپنی قرب و معیت کا دوامی استحضار عطا کرنا ہے
[۳] ۔ اس شعر میں صوفیا کی اصطلاح ’’ سفر در وطن ‘‘کو پیش کیا گیا ہے

احوالِ سلوک

ہوا فضل ہم پہ تو جا بجا مگر اس طرح کا ہوا نہیں
رہِ استباق سا کوئی در بخدا کہوں گا کھلا نہیں

یہاں گفتگو نہیں قال کی نہ مجال ہے کوئی حال کی
یہ وہ چال ہے کوئی آج تک سوا مستبق کے چلا نہیں

مجھے ہر زمان و مکاں میں بس ملی ذوق و شوق کی زندگی
ملا استباق کی چال سا کسی چال میں بھی مزہ نہیں

یہاں دمبدم ہیں بلندیاں ، گئیں پستیاں رہیں مستیاں
اسے کیا خبر جسے آج تک لگی اس طرف کی ہوا نہیں

مرے ساتھ ساتھ ذرا تو چل یونہی دامِ ہستی سے اب نکل
وہاں لے چلوں میں تجھے جہاں کبھی آج تک تو گیا نہیں

توکہاں تھا اورکہاں ہے اب تراحال سب پہ عیاں ہے اب
تووہاں ہے اب جہاں تیرارب ترے ساتھ ہے تُو ملا نہیں
کہا [۱] آمرا کئے شکر جا تجھے میں نے کیا نہیں دے دیا
کوئی نوری جیسا پیا نہیں کبھی تو بھی اس سے جدا نہیں

---

[۱]۔ بذریعۂ الہام حق تعالیٰ کا ارشاد

سیر فی الوجود

یہ پوری نظم نظریۂ وحدۃ الوجود کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے جو حضرت قبلہ مصنف دامت برکاتہم العالیہ نے وجد و حال کے عالم میں کہی ہے اس نظم کو سمجھنے کے لئے قالِ صحیح کی دولت سے بہرہ یاب ہونا نہایت ضروری ہے کائنات اور اسکے خالق میں من حیث الذات غیریتِ حقیقی شرعاً ثابت ہے اور عقلِ سلیم بھی اس غیریت پر یقین رکھتی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات حقیقتاً مخلوق کی ذات سے مختلف ذات ہے۔ وحدۃ الوجود کے عقیدے کو حلول اور اتحاد جیسے خلافِ کتاب وسنت عقائد سے دور کا بھی علاقہ نہیں ہے۔ اس نظم میں وحدۃ الوجود کے نظریہ کو لفظوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں کا نعرہ " لاموجودالا اللہ " و " لامشھودالا اللہ " بھی ہے۔ اس نظم کے ہر شعر میں " لاموجودالا اللہ " اور " لامشھودالا اللہ " کی صدائے بازگشت صاف سنائی دیتی ہے (مرتب)

جدھر دیکھو ادھر جلوہ نما اللہ ہی اللہ ہے
زمین و آسماں میں برملا اللہ ہی اللہ ہے
نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ مئے ہے اور نہ میخانہ
یہ اوہامِ جہاں فانی ، بقا اللہ ہی اللہ ہے

یہ اجسامِ زمیں سارے وہ اجرامِ فلک سارے
یہ سب ہیں نام کے دھوکے، رہا اللہ ہی اللہ ہے
زمینی ہو سمائی ہو یا ما فی البحر ماہی ہو
ہر اک میں ہر طرح سے برملا اللہ ہی اللہ ہے
مریضو ! ڈھونڈتے کیا ہو طبیبو ! سوچتے کیا ہو
دوا اللہ ہی اللہ ہے شفا اللہ ہی اللہ ہے
فضا کی کیفیت کیا ہے ہوا کی ماہیت کیا ہے
فضا اللہ ہی اللہ ہے ہوا اللہ ہی اللہ ہے
جہاں والو تمہیں جو کچھ ملا تم کو مبارک ہو
مجھے اب تک ملا ہے تو ملا اللہ ہی اللہ ہے
نہیں ہو کر بھی ہونا کیا ہے بس اس کو سمجھ لینا
بس اک عدمِ اضافی کے سوا اللہ ہی اللہ ہے
ہر اک شئ واسطے تیرے مگر تو واسطے کس کے؟
تری اس زندگی کا مدعا اللہ ہی اللہ ہے

ھُوَ آفاق میں اَنتَ حضوری میں اَنا خود میں
بس آفاق اور اَنفُس میں رہا اللہ ہی اللہ ہے
ظہور و غیب میں اس کے سوا کوئی نہیں ملتا
کھلا اللہ ہی اللہ ہے چھپا اللہ ہی اللہ ہے
یہ منزل کیا؟ یہ مقصد کیا؟ سفر کیا؟ اور اقامت کیا؟
جو مخفی تھا وہی ظاہر ہوا اللہ ہی اللہ ہے
کہیں بالفعل ظاہر ہے کہیں بالقوہ قائم ہے
کہیں راضی کہیں بے ارتضا اللہ ہی اللہ ہے

مظہرِ حق

ہر منظرِ عالم میں نظر آئے محمدؐ ‏ ہے مظہرِ حق صورتِ والائے محمدؐ

جس جا بھی محمدؐ ہیں ادھر حق ہے یقیناً ‏ ہے حضرتِ حق خود بہ تجلّائے محمدؐ

ہر ذرۂ عالم بنا آئینۂ احمدؐ ‏ ہر سمت میں ہر آن نظر آئے محمدؐ

کلمے میں محمدؐ ہے نمازوں میں محمدؐ ‏ اسرارِ محمدؐ کہیں اِفشائے محمدؐ

ظاہر میں محمدؐ ہے تو باطن میں خدا ہے ‏ مل جائے خدا جس کو بھی مل جائے محمدؐ

مَا یَنطِقُ ہے دال اسی بات پہ واللہ ‏ منشائے خداوندی ہے منشائے محمدؐ

پوچھیں جو نکیرین مری قبر میں آکر ‏ "ہے کون ترا رب" کہوں مولائے محمدؐ

رو رو کے پکارا انہیں او رحمتِ عالم ‏ کیا ہو گیا کہتے ہوئے خود آئے محمدؐ

بولا کہ اب آمرؔ کو ذرا چین نہیں ہے ‏ بس ایک نظر آپ کی ہو جائے محمدؐ

انوارِ محمد ﷺ

دل میں ہے بسی میرے تنویر محمدؐ کی
آنکھوں نے ہے اب لے لی تصویر محمدؐ کی

نور ایسا ملا مجھکو نوری کے تصدق میں
ہر ذرے میں ملتی ہے تنویر محمدؐ کی

اب آنکھ مری ایسی کوتہ نہ سمجھ زاہد
جو دیکھ نہ سکتی ہو تصویر محمدؐ کی

مرشد نے مرے ایسے پردے کو اٹھایا ہے
خود پیر میں دیکھی ہے تصویر محمدؐ کی

ارشاد[۱] کی صحبت میں ہم تجھ سے ہیں کیا سنتے
نوری تری باتوں میں تقریر محمدؐ کی

کیا تجھ کو پکاروں میں کیا نام ترے لوں میں
سیکھی تری صحبت میں توقیر محمدؐ کی

وہ[۲] ایک نظر میں ہے اور ایک میں سب کچھ ہے
ایں عالم و آں عالم تنویر محمدؐ کی

آمرؔ نہ مفسر تھا عالم تھا نہ عارف تھا
نوری سے پڑھی اس نے تفسیر محمدؐ کی

۱۔ پیرومرشد حضرت نور المشائخ سید نوری شاہ صاحب قدس سرہ العزیز سے خطاب
۲۔ یعنی تنویرِ محمدؐ

خاصۂ خاصانِ رُسل

محمدؐ مصطفےٰ کا نام جب اک بار آتا ہے
تصور میں نکھر کر عالمِ کردار آتا ہے

حلاوت وہ ہے پائی نامِ سرکارِ دو عالم میں
تصدق اس پہ ہونے کو مرا گھر بار آتا ہے

شریعت[۱] نے مجھے روکا وگرنہ حال تو یہ ہے
خیالِ سجدۂ احمدؐ مجھے ہر بار آتا ہے

اطاعت ہے محمدؐ کی اطاعت حضرتِ حق کی
عنایت میں محمدؐ کی نظر غفار آتا ہے

زماں وہ ہے مکاں وہ ہے مکین و لامکاں وہ ہے
وجودِ ذرہ ذرہ بن مرا سرکار آتا ہے

---

[۱] - اس شعر میں شعریت اور شریعت دونوں کو حضرت مصنف دامت برکاتہم نے زبان دیدی ہے۔ ان کے علاوہ عشقِ صادق کو بھی بہترین پیرایۂ اظہار دیا ہے۔ مخفی مباد کہ شریعتِ مصطفوی میں غیرِ خدا کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے لہٰذا ہر بار سجدۂ احمدؐ کا خیال آنے کے باوجود حضرتِ والا عملی جامہ پہنانے سے رکے ہوئے ہیں۔

بظاہر پردہ فرمایا ہے تو نے احمدِ مرسلؐ
حقیقت کی نظر میں پھر نظر ہر بار آتا ہے

وجودِ عالمِ اِمکان ہے نورِ محمدؐ سے
وہی اک نورِ حق بن بن کئی انوار آتا ہے

تجھے اے رحمتِ عالم قسم ہے رحمتِ حق کی
اِسے مت چھوڑ آقا یہ بحالِ زار آتا ہے

جواب[۱] آمر کو یہ آیا سرِتسلیم خم کرلے
بلاوا اس کو ہے جو لائقِ دربار آتا ہے

---

[۱] - عالمِ خیال میں مدینہ بلانے کی التجا پر جو جواب ملا اسے قالبِ شعر میں ڈھالا گیا ہے۔

ارمغانِ نعت

کسے بولوں کہ حالت کیا بنی ہے یارسول اللہ
ہر اک ساعت مری اب کچھ نئی ہے یارسول اللہ
کسی سے بات کرنا کیا کسی کے ساتھ رہنا کیا
تمہیں سے رات دن اب لو لگی ہے یارسول اللہ
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں آپ کو ہر سمت عالم میں
مری اب ٹکٹکی یوں ہی بندھی ہے یارسول اللہ
سکونِ دل کہیں بھی آج تک پایا نہیں میں نے
ادائے خلق تو اب دیکھ لی ہے یارسول اللہ
جہاں سے ہاتھ دھو دھو کر گذاری رات رو رو کر
عجب درد و الم ہے بے کلی ہے یارسول اللہ
ملے جس کو ہو تم اس کو یقیناً مل گیا سب کچھ
خدا اور خلق ساری مل گئی ہے یارسول اللہ

بلالو سوئے طیبہ اب کہاں تک ہند میں ٹھہروں
مدینہ علم کا تم ، در علیؓ ہے یارسول اللہ
خدا نے مَارَمیتَ اِذ رَمَیتَ جب ہے فرمایا
خدا کا فعل خود فعلِ نبیؐ ہے یارسول اللہ
یَدُ اللہ کو خدا نے خود کہا ہے فَوقَ اَیدِیھِم
خدا کا ہاتھ ہی دستِ نبیؐ ہے یارسول اللہ
جہاں تک یہ خدائی ہے وہاں تک مصطفائی ہے
جدھر دیکھوں خدا ہے اور نبیؐ ہے یارسول اللہ
مرے [۱] نوری پیا آمر تو تجھ میں حق کو پاتا ہے
نبیؐ ہے اور علیؓ ہے اور ولیؒ ہے یارسول اللہ

---

[۱] ـ حضرت مصنف پہلے مصرع میں شیخ سے اور دوسرے مصرع میں رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہیں

مدینے والے

جان تم پر کروں قربان مدینے والے
تم سے مجھکو ملا رحمان مدینے والے

کون جانے تمہیں جانے تو خدا ہی جانے
تم سا کوئی نہیں انسان مدینے والے

تیری ہر بات پہ دل صدقے تو قربان یہ جاں
تیرے بن سب رہے انجان مدینے والے

درسِ عرفان ترے در سے ہے حاصل ہوتا
تیرے دم سے ہے یہ فیضان مدینے والے

تیرے دم سے ہے بسا عالمِ اِمکاں سارا
سچ ہے لَولَاکَ تری شان مدینے والے

یہ یقیں آپ کے صدقے میں ملا عالم کو
شک گیا ، رہ گیا ایقان مدینے والے

پردہ کرکے یہ دکھایا کہ میں پردے میں بھی ہوں
پھر بھی ظاہر ہے تو ہر آن مدینے والے

تیرے جلوے کی حقیقت کوئی تجھ سے پوچھے
تجھ سے ظاہر ہوا رحمان مدینے والے

ہے بُطونِ اَحَدی جو ہے ظہور احمدؐ کا
مَن رَّآنِی میں ہے پہچان مدینے والے

حضرتِ حق کو وہ دیکھے گا جو تجھکو دیکھے
گر خدا دے ترا عرفان مدینے والے

کیا لکھوں نعت تری خامہ مرا رکتا ہے
دفترِ نعت ہے قرآن مدینے والے

اس کو نوری میں تو اور تجھ میں خدا ملتا ہے
یہی آمرؔ کا ہے عرفان مدینے والے

تاجدارِ مدینہ

ہماری طرف بھی مدینے کے مالک خدارا ذرا برملا دیکھنا
ہماری تباہی تہِ آسماں اب نبی جی ہمارے ذرا دیکھنا
طبیبانِ عالم یہ کیا جانتے ہیں مرا حالِ دل مصطفیٰؐ دیکھنا
اگر تم نہ دیکھو تو پھر کون دیکھے برائے علی مرتضیٰؓ دیکھنا
درِ مصطفیٰؐ کی تلاشی سے کہدوں درِ حیدری کا پتہ دیکھنا
ہمیں تو نبیؐ کو سدا دیکھنا ہے نہیں کچھ جزا و سزا دیکھنا
مُنزّہ کا جلوہ مُشبّہ کی صورت اور آئینہء مصطفیٰؐ دیکھنا
فتوحات ان کی غلامی میں آئے سگانِ درِ مصطفیٰؐ دیکھنا

معراجِ عبدیت

مری جان تجھ پر فدا ہے محمدؐ
حقیقت میں تُو حق نما ہے محمدؐ
جو دیکھے گا تجھ کو وہ دیکھے گا حق کو
تو آئینہء اَیۡنَما ہے محمدؐ
وظیفہ مرا رات دن اب یہی ہے
محمدؐ محمدؐ سدا ہے محمدؐ
کوئی مدح کیا آپ کی کرسکے گا
یُصَلُّونَ [۱] میں خود خدا ہے محمدؐ

۱۔ اس شعر میں آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ۰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ پر درود خود خدا بھی بھیجتا ہے تو آپ کی شان بندوں سے کیا بیان ہوسکتی ہے

تری ذاتِ عالی کی تعریف کیا ہو
پسندِ خدا ہر ادا ہے محمدؐ

تجھے [۱] وصفِ مُزَّمّلی سے پکارا
میں کیا کہہ سکوں کیا رِدا ہے محمدؐ

قُمِ اللَّیل [۲] کہہ کر اٹھایا ہے تجھ کو
خدا خود ہی تجھ سے ملا ہے محمدؐ

خدا جانے کیا بات سینے میں ڈالی
سَنُلقِي عَلَيكَ [۳] کہا ہے محمدؐ

ہے قرآن اسکا وَ رَتِّل [۲] کہا کیوں
تلاوت تری کیا ادا ہے محمدؐ

قسم ہے خدا کی کہ معراج کی شب
سرِ عرش تو ہی گیا ہے محمدؐ

---

[۱] ۔ حق تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اَیُّھا المُزَّمّل کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے
[۲] ۔ یعنی خدا نے آپ کو قُمِ اللَّیل کہہ کر اٹھایا ہے
[۳] ۔ سَنُلقِی عَلَیکَ قَولاً ثَقِیلاً (قرآنِ مجید)

فَاَوحیٰ [۱] میں کیا کیا کہا ہے خدا نے
یہ دونوں میں بس ماجرا ہے محمدؐ

تو فیضانِ نوری سے آمرؔ کہے جا
ہے باطن خدا برملا ہے محمدؐ

---

[۱] ۔ اس شعر میں آیتِ کریمہ فَاَوحیٰ اِلیٰ عَبدِہٖ مَا اَوحیٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

مرا ذکر صبح و مسا ہے محمدؐ مرے ہر مرض کی دوا ہے محمدؐ

پریشانیوں سے میں گھبرا گیا تھا کہ ہاتف سے آئی ندا ہے محمدؐ

ھُوَ الاوّلُ اور ھُوَ الآخِر کا تعیّن نہیں ہے تو کیا ہے محمدؐ

زمانوں سے اول مکانوں سے اول منزہ خدا ہے تو کیا ہے محمدؐ

منزہ خداوندِ عالم یقیناً مشبّہِ کُلّی بنا ہے محمدؐ

وظیفے چھٹے میرے دن رات کے اب وظیفہ[1] مرا اب بنا ہے محمدؐ

کتابوں کی دنیا سے رخصت ملی ہے خطابوں میں بھی برملا ہے محمدؐ

اولوالعزم ہوں، انبیا ہوں، رسل ہوں ہیں سب مقتدی مقتدا ہے محمدؐ

---

[1] ۔ یعنی میرے مواعظ اور تقریریں اب صرف ذکرِ رسولؐ ہی سے مملو ہوتے ہیں۔

سراپا نور

مرا نور والا وہ پیارا محمدؐ

دو عالم کی آنکھوں کا تارا محمدؐ

دلوں پر شعائیں اسی کی ہیں پڑتیں

بلند آسمانوں کا تارا محمدؐ

نہ پوچھو کوئی مجھ سے میرے نبیؐ کو

نظر والوں کا ہے نظارا محمدؐ

زمان و مکاں میں کہاں ڈھونڈتے ہو

بِاَعیُنِنا کا ستارا محمدؐ

بسا ہے خدا کی نگاہوں میں جب وہ

تو منظورِ حق ہے ہمارا محمدؐ

اے سیّدِ مختار

ترے جود و کرم نے مجھ کو کھینچا خود ترے در پر
غنی تجھ سا نہیں ہوتا تو میں سائل نہیں ہوتا

طفیلِ احمدِ مرسلؐ ملا جو کچھ ملا ہم کو
وگرنہ خود کلامِ حق کبھی نازل نہیں ہوتا

اوامر بھی نہیں ہوتے نواہی بھی نہیں ہوتے
قسم اللہ کی ہم میں کوئی عامل نہیں ہوتا

گنہگاروں پہ بس فوراً تجلی قہر کی ہوتی
تُو بن کر رحمتِ عالم اگر حائل نہیں ہوتا

لگایا پار رحمت نے تری بیڑا غریبوں کا
سفینہ ڈوب جاتا گر ترا ساحل نہیں ہوتا

سکونِ دل ہے تجھ سے ، ہے سکونِ دل تو تُو ہی ہے
وگرنہ اور کچھ ہوتا مرا یہ دل نہیں ہوتا

اگر فیضانِ نوری آسرا تجھ کو نہیں ملتا
جہاں بھر میں کوئی تجھ سا کہیں جاہل نہیں ہوتا

میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

تھام لو بنیا ہماری میں واری تم پر جاؤں نبی جی

تمرے سوا ہے کون کھویاں، تمری قسم میں تمہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

جگ سوگیا سب نندیا نہ آئی، رو روکے رین گجاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

سارے سہارے ٹوٹ گئے ہیں، رہ گئی میں بے سہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

کیا میں بتاؤں کیا میں سناؤں، دیکھو نبیؐ جی یہ خواری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

دکھیا تمہاری صدموں کی ماری، زندگی ساری گجاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

دل ایک ہے اور دکھ درد لاکھوں کیا زندگی ہے ہماری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

تمری نظر کے جاؤں میں صدقے، مکھڑے کے میں بلہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

اس بے نوا اور بےکس کو دیکھو، تمری ہے اک انتظاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

چرنوں میں تمرے گرکر پکاروں، بیکس ہوں میں بےسہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

روتی گذاری زندگی ساری، کب تک رہے بیقراری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

حق نے تمہاری خاطر سجائی، جنت کی ہر گلکاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

تمرا جو ہوگا وہ حق کا ہوگا، تمرا نہ ہو تو وہ ناری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

اُمت تو ساری بگڑی ہوئی تھی، حق نے تمہیں سے سدھاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

ہر جز و کل کی ہر دو جہاں میں، دی ہے تمہیں اختیاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

عالی نسب ہو والا حسب ہو ، او ہاشمی او نزاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
گورے بدن پر کالی ہے کملی، بن دیکھے میں ہوں نثاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
سرمگیں نینوں کے جاؤں میں صدقے، تیرِ نظر کی ہوں ماری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
زلفوں کی تمرے شان میں سورت، وَالَّیل حق نے اتاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
منجملہ تیری شانِ ظہوری ، قرآن میں وَالنَّھارِ
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
چال کو تیری کہتے ہیں سیرت، ایسے چلن کے میں واری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
قرآن دے کر کیا کیا بنایا ، عالم و حافظ و قاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
تمری اداؤں کے ہیں دفاتر ، مسلم صحیح اور بخاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

نام ترا جب آیا لبوں پر ، دل سے گئی انتشاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
کنکریوں نے کلمہ پڑھا ہے ، واہ ! گواہِ حجاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
اسریٰ کی شب میں ہر جز و کل میں، تمری ہی تھی تاجداری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
مرنے پہ قرباں ہوں تا کہ دیکھوں، قبر میں صورت تمہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
اندھیرے گھر میں جب مسکرائے ، یکلخت ظلمت سِدھاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
تھی گر زلیخہ عاشقِ یوسفؑ ، عاشق خدائی تمہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
نام سے تمرے دل کو سکوں ہے، روح پہ کیفیت طاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

تعریف تمری کیا کرسکے گی، گر ہو خدائی بھی ساری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
تعریف حق کی تم کر سکوگے ، وہ کرسکے گا تمہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
نوری پیا کے آئینے میں ہے ، صورت و سیرت تمہاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی
آمر کو یونہی چھوڑو نہ مولا ، جائے کدھر یہ بھکاری
میں واری تم پر جاؤں نبیؐ جی

مناقبِ نوری

رہبرِ کامل

تجھ سے جو چیز ہے ملی ایسی کہیں ملی نہیں
اب زندگی ہے زندگی پہلے کی زندگی نہیں
ہر بات تیری کیا رہی دل ہی کو میرے لے گئی
تیرے سوا کسی کی بھی دل کو مرے لگی نہیں
ایسی شراب پی ہی لی جس سے خودی نہیں رہی
مستی تو ایک رہ گئی ہستی مری رہی نہیں
ظلمت کدے میں دہر کے نوری نے شمع دی مجھے
جلتی ہے رات دن مگر اب تک ذرا بجھی نہیں
بے مانگے جب مجھے ملا ، مانگا تو کیا نہیں ملا
مخلوق سے تو آج تک جھولی مری بھری نہیں

گمراہیوں میں مَیں رہا جو بھی کیا برا کیا
ہوں تو میں بندۂ خدا ، کی میں نے بندگی نہیں
مجھ میں نہیں ہے کچھ صفت جس سے بنوں بناؤں اب
نوری کا فیض ہے یہ سب فیضانِ آمری نہیں

سِپاس نامہ

(ان اشعار میں ازابتدا تاانتہا حضرت مصنف دامت برکاتہم اپنے پیرومرشد سے مخاطب ہیں)

مرے نوری پیا تیرے اشاروں میں پتہ نکلا
پتے[1] کا یہ پتہ ہے برملا میرا خدا نکلا

ترےارشاد نے پردے تعین کے اٹھاڈالے
زمیں قدموں سے نکلی فوق سے سارا سما نکلا

تعیّن[2] کی حقیقت لا تعیّن سے جدا ٹھہری
ترے بس اک اشارے میں ہمارا مدّعا نکلا

تری تلقین کے صدقے ترےارشاد کے قرباں
تری خدمت میں جو آیا یقیناً باصفا نکلا

ترے ملنے سے پہلے میری دنیا سب اندھیری تھی
جدھر بھی رخ کیا میں نے ادھر ظلمت کدہ نکلا

جہاں والوں نے تجھکو اب تلک دیکھا نہ کچھ سمجھا
وہی دیکھے تجھے جسکی نظر سے ماسوا نکلا

خدا ہی جانتا ہے تیرا رتبہ کوئی کیا جانے
تری[3] باتوں میں پردے سے نبیؐ نکلے خدا نکلا

مجھے جو دیکھتا ہے وہ مجھے کب دیکھتا ہوگا
ترے جلوے ہیں مجھ میں ، مَیں مثالِ آئینہ نکلا

تری نعلین برداری نے مجھ کو کیا بنا ڈالا
شہنشاہوں سے اونچا بن کے اب تیرا گدا نکلا

جہاں کی اور جہاں والوں کی کچھ پرواہ نہیں آمرؔ
ترا حامی اگر شیخِ صفا نوری پیا نکلا

---

[1] تجھ سے اکتسابِ فیض کیا تو میں نے دل کی آنکھوں سے خدا کو برملا دیکھا۔ [2] انقلابِ حقیقت محال ہے
[3] تیرے ارشاد کی عطا کردہ بصیرت سے میری چشمِ دل نے نبیؐ اور خدا کا جلوہ دیکھا۔

فیضانِ نظر

مرے نور والے شاہا مرا پیر جب کہ تو ہے
نہ طلب ہے اس جہاں کی نہ وہاں کی آرزو ہے
مرا [1] یار کس کو بولوں مرا یار کس کو دیکھوں
تو صدائے غیب آئی ترا پیر ہو بہو ہے
مرے پیر کے میں صدقے مرے پیر کے میں قرباں
یہی میرا مدعا ہے یہی میری آرزو ہے
مرے پیر کی کرامت کوئی آکے مجھ میں دیکھے
کہ میں کیا تھا کیا ہوا اب مرا حال روبرو ہے
مری آنکھ لے کے کوئی ترے روبرو جو آئے
بخدا پکار اٹھے تری مثل تو ہی تو ہے
جہاں علم کچھ بھی پایا وہیں رُک کے پوچھ ڈالا
یہ کہاں سے تم نے پایا تو بتایا شیخ تو ہے

مرا دل جو تو نے دھویا وہ ابھی تلک دُھلا ہے
ترے ہاتھ کا اثر ہے جو ہمیشہ باوضو ہے
گو [2] چمن میں اپنے غوثی نے بہت شجر لگائے
کہیں رنگِ یاسمیں ہے کہیں حسنِ گل ہے بو ہے
بہ خدا میں کیا بتاؤں مرے نوریا تو کیا ہے
تُو وہ گل ہے شاہا جس میں مرے یار کی ہی بُو ہے
یہ مقام تیرا آمر ترے پیر کی عطا ہے
کہ تو جانتا ہے کیا تھا ترا حال اب جو تو ہے

---

[1] ۔ یہ سوال جب دل میں پیدا ہوا تو صدائے غیب آئی یعنی یہ بات منجانب اللہ اِلقا کی گئی
[2] ۔ حضرت پیر غوثی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مصنف دامت برکاتہم کے دادا پیر ہوتے ہیں

مرشد سے خطاب

ترا نام لب پہ جو آگیا اسی آن مجھ کو مزا ملا
مری بندگی کا صلہ ملا ، مجھے زندگی میں خدا ملا
ترے سامنے میں نہیں رہا نہ کبھی رہا نہ کہیں رہا
یہی ہے طریق کا اک ادب ، یہ ملا تو بس ہے خدا ملا
تُو خدا نہیں وہ جدا نہیں تو جہاں کہیں ہے خدا وہیں
تجھے دیکھنے کی نظر ملے ، تری ہر ادا میں خدا ملا
مرا سر جھکے بھی تو کچھ نہیں مری جاں لٹے بھی تو کچھ نہیں
تُو نے جانِ جاں کا پتہ دیا ترے فیض سے ہے خدا ملا
مجھے ڈر نہیں ہے کسی کا بھی مجھے اب طلب نہ کوئی رہی
مجھے تُو ملا تو نبیؐ ملے جو نبیؐ ملے تو خدا ملا
ترا جو ہوا وہ نبیؐ کا ہے جو نبیؐ کا ہے وہ خدا کا ہے
جو ترا نہیں اسے کیا ملا ، نہ نبیؐ ملے نہ خدا ملا

میں نے قبلہ جس کو بنالیا اسے دل میں اپنے بسالیا
میں گِرا تو اس نے اٹھالیا مجھے ایسا شیخِ صفا ملا
تری خوش نصیبی کی آمرا نہ ہے حد کوئی نہ ہے انتہا
تجھے نوری جیسا پیا ملا ، تجھے پیر شیخِ ہُدیٰ ملا

پیر نوریؒ

تُو شمع ہے ، محفل نورانی ، ہم شمع کے پروانے نکلے
اک نور برستا ہے تجھ سے ، نوری ترے دیوانے نکلے
حق نور ہے اور تو نوری ہے، ظلمت کوتجھی سے دوری ہے
انوار کے ساغر پی پی کر ساقی ترے مستانے نکلے
برسوں میں جو بننا مشکل ہے وہ کام بنا تجھ سے ایسے
چند لمحوں کی بارش تجھ سے جو لی عالم پہ وہ برسانے نکلے
جس جا بھی گئے ہیں تیرے قدم ، انوار کی بارش ہے پیہم
ظلمت گئی ، نور ایسا چھایا ، ہر سمت سے پروانے نکلے
الفاظ ہیں تیرے رحمانی ، افعال ہیں تیرے وجدانی
ہر لفظ کے ہیں سَو سَو معنی ، ہر فہم کے پیمانے نکلے
کیا نذر کروں آقا تیری، جاں بھی ہے نہیں باقی میری
میں تیرا ہوں جتنے میرے ہیں شاہا ترے نذرانے نکلے

ہر وصف ترا نورانی ہے اور ذات تری لاثانی ہے
اب دل میں یہ ہم نے ٹھانی ہے، عالم کہے دیوانے نکلے
جب شمعِ طریقت بجھنے لگے ہر سمت میں ظلمت چھانے لگے
جل اٹھے وہیں شمعِ نوری ہر قلب کو گرمانے نکلے
سب کچھ ملے آمر نوری سے اللہ ملے تو کیا نہ ملے
بس اسکی رضا کی حاجت ہے لے کر یہی دیوانے نکلے

بہ بارگاہِ مشیخت پناہ

میں بے سروساماں ہوں سامان عطا کردے
دل چاہتا اُڑ جاؤں پر بال عطا کردے

بیمار ہوں میں جسکا جا دیکھ لوں در اسکا
اس در پہ پہنچنے کا سامان ذرا کردے

اب دردِ جگر میرا کچھ اور طرح اٹھا
کشتہ ہوں تو تیرا ہوں کچھ توہی دوا کردے

معلوم نہیں حالت کیا ہو کے رہے میری
میں قیدیٔ نالاں ہوں لِلّٰہ رِہا کردے

گستاخ کوئی مجھ سا میں نے تو نہیں دیکھا
کہتا تھا کرم تیرا، سَو سَو تو خطا کردے

اب تک کوئی کیا سمجھا تو کون ہے اور کیا ہے
سمجھے گا وہی تجھ کو جو وہم جدا کردے

دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو جو مانگے وہ مِل جائے
ہے شرط کہ اس درکا خودکو تُو گدا کردے

کچھ بھی نہ ہوا تجھ سے حق اس کا ادا اب تک
جان اپنی تو اب آمرؔ نوری پہ فدا کردے

یادِ شیخ

(دیارِ نوریؒ سے واپسی کے بعد)

میں آگیا جسم سے یقیناً مگر مرا دل نکل گیا ہے
بتاؤں کیا ہے کہ کیا نہیں ہے کہ دم رہا یا نکل گیا ہے
اسی کی یاد اب ستارہی ہے پتہ نہیں کیا بتارہی ہے
ہے جاں فدا اس پہ دل ہے شیدا کہ حالِ دل اب بدل گیا ہے
نہیں ہے صبر و سکون باقی ، رہا جو ہے وہ جنون باقی
سنبھالے وہ تو سنبھل سکوں گا وگرنہ دل تو مچل گیا ہے
ترے تصور سے کیا نہ ہوتا ترے توسط سے کیا نہ ہوتا
مصیبتوں میں پہاڑ جیسا بھی وقت آیا تو ٹل گیا ہے
جہاں بھی تیرا قدم گیا ہے ، خدا کا بیشک کرم ہوا ہے
غرورِ کفر و نفاق ٹوٹا ، سرِ بُتاں بھی کچل گیا ہے

ہدایتِ حق ، وہ تجھ میں دیکھی ، خدا کی رحمت ، وہ تجھ میں دیکھی
تری نگاہِ کرم سے عالم سنور گیا ہے سنبھل گیا ہے
نوازا نوری پیا نے جس کو ، خود اپنے ہاتھوں سنوارا جسکو
مٹا کے آمر خودی کو اپنی خدا سے اپنے وہ مِل گیا ہے

دیارِنوریؒ کو روانگی سے پہلے

تمنا[۱] ہے اب جاکے جسماً ملوں مگر دل تو پہلے فدا ہوگیا
بظاہر یہاں جسم تو رہ گیا، حقیقت میں سب کچھ جدا ہوگیا
کوئی [۲] لمحہ ایسا گذرتا نہیں مَیں جس میں انہیں یادکرتا نہیں
مجھے ان کی باتوں نے کیا کردیا، کہوں کیا کہ میں کیا سے کیا ہوگیا
وہی [۳] علم میں ہے وہی فہم میں ، وہی ذکر میں ہے وہی فکر میں
مرے نوریا تجھ سے میں کیا ہوا ، خدا کی قسم باخدا ہوگیا
مرے دل کی دنیا بدلتی گئی جو تھی بات بگڑی وہ بنتی گئی
مری زندگانی سنورتی گئی ، تُو ہر دم مرا رہنما ہوگیا
ترے فیض سے مجھکو سب کچھ ملا یہ دنیا ملی وہ جہاں مل گیا
ملے کیوں نہ دونوں جہاں میرے جب نبی ہوگئے اور خدا ہوگیا

کسی کو جنوں میرا آتا نظر، کسی کو سکوں میرا آتا نظر
خدا کو دروں میرا آتا نظر ، اب اَنتَ اَنا خود ھُوَ ہوگیا
مجھے زندگی کا پتہ مل گیا ، مجھے بندگی کا مزہ مل گیا
کہ جس آن شیخِ صفا مل گیا ، میں آئینۂ اَیتَما ہوگیا

---

۱ - اپنے شیخِ محترم حضرت نورالمشائخ سیدنوری شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے
۲ - شیخِ محترم کی طرف اشارہ ہے
۳ - یعنی میں ہمیشہ حقیقت الحقائق کی یاد میں مستغرق رہتا ہوں

قندِ پارسی

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
خواجہ حافظؒ

یار و اغیار

صنما تو جانِ جہاں شدی تو مکیں شدی تو مکاں شدی
زِزمیں تُو تا بہ سما شدی گہے ایں شدی گہے آں شدی
تُو بہ ہر مکاں بہ وجودِ خود تُو بہ ہر زماں بہ ظہورِ خود
گہے پردہ کردی زِ غیرِ خود ، گہے عینِ جانِ جہاں شدی
گہے جلوہَ تو قمر بود ، گہے آفتابِ جہاں بود
گہے در مَلک توئی مختفی ، گہے در بشر تو عیاں شدی
بہ تجلیاتِ قِدم [۱] توئی بہ تعیناتِ عدم توئی
گہے جلوہائے عیاں شدی گہے جلوہائے نہاں شدی

---

۱ - لفظِ عدم یہاں عدمِ اضافی کیلئے استعمال کیا گیا ہے نہ کہ عدمِ حقیقی کیلئے۔ ممکنات یعنی مخلوقات کی حقیقت عدمِ اضافی ہے جو وجودِ اضافی سے متعلق ہونے کی وجہ سے موجودِ اضافی مانا جاتا ہے۔ مخلوقات کو عدمِ حقیقی یعنی معدومِ محض ماننا جس سے حقائقِ اشیاء کا انکار لازم آتا ہے، الحاد اور گمراہی ہے۔ فافہم

مرا امتیاز بس ایں قدر توئی رہنما توئی راہبر
مرا فخر ایں کہ تو با منی مرا دم بہ دم تو اماں شدی
تُو اگر بخواہی وصالِ اُو ، تو خودیِ بِداں کہ حجابِ اُو
تو بشو چنیں کہ دریں جہاں نہ عیاں شدی نہ نہاں شدی
بہ طفیلِ نوری تو آمرا بہ نبیؐ رسی بہ خدا رسی
تو بداں کہ اکنوں بہ فیضِ او ، بہ نگاہِ خالقِ جاں شدی

نوٹ:۔ اس کلام میں بھی حق تعالٰی کے وجود کے مظاہر مختلفہ ومجالئی متعددہ میں ظاہر و متجلی ہونے کو شاعرانہ اندازِ بیان اور صوفیانہ طرز میں پیش کیا گیا ہے۔ مگر ظاہر و مظہر کے حقیقی فرق کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

پسِ پردۂ راز

تو ہر دم یاد می آئی ترا ہر بار می بینم
تماشائے عجب بینم عجب دربار می بینم
بایں عالم توئی ظاہر بآں عالم توئی باطن
تو روپوشی یا بنمائی مگر رخسار می بینم
نہ بیند خلق جرمِ من ، مگر بدنام می سازد
تو بینی ہر دم و لیکن ترا ستار می بینم
اگرچہ[1] نیست درعالم مثالِ من گنہ گارے
میانِ دو رحیماں خویش را ہر بار می بینم
کسے کو دل بتو فروخت جاں قربانِ او سازم
اگر او را ہمی بینم ، بگویم یار می بینم

---

[1] یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

گہے بر پائے او سرکردہ گویم تو نئی واللہ
کمالِ حق بتو یابم جمالِ یار می بینم
ازو پرسم کہ تو بشری بگو یا تو مَلک ہستی
تو آخر کیستی در تو عجب انوار می بینم
بگوید من نیم چیزے بجز آں جانِ جانانم
اگر چیزے ہمی بینم درو دلدار می بینم
قدم بوسیدہ پرسیدم کہ نامت چیست اے آقا
بگفت آں نوریم ہر دم بخود آں یار می بینم
بگفتم اے شہِ والا نظر بر من بکن للہ
کہ آمرؔ را ہمیشہ خستہ و ناچار می بینم

حسنِ یگانہ

من چیزے نہ بینم بجز آں حسنِ یگانہ
کو تیر شد ست و دلِ عشاق نشانہ
تو شاہد و مشہود دریں دیر و حرم خود
من عاجز و معدوم بہر حیلہ بہانہ
تو تن شدی تو دل شدی تو جانِ دو عالم
ہرچہ شدہ از تو شدہ در کون و مکانہ
تو ساکنِ عالم شدی عالم بتو ثابت
ہرجا توئی ظاہر شدی ہر آن و زمانہ
اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن
یعنی کہ توئی آمدی ہر جا بہ زمانہ
من دیر و حرم دیدم و چیزے نمی یابم
تو دیر و حرم گشتی و تو مال و خزانہ

در دل شده‌ای ساکن و جائے تو دلم شد
دل خانۂ تو گشتہ و تو صاحبِ خانہ

از ہر دلِ عالم ترا ہر آن بجویم
شاید کہ تو راضی شوی از من بہ بہانہ

عالم را چوں بینم ہمہ محتاجِ تو بینم
تو مالکِ عالم شدی تو شاہِ زمانہ

تو قادرِ مطلق شدی تو خالقِ عالم
موجود دریں کون و مکاں تو شدی مانہ

تو ظاہر و باطن شدی تو اول و آخر
ہر سو شدی ہر جا شدی و خانہ بہ خانہ

ہر آں ترا بینم کہ توئی عینِ دو عالم
ظاہر توئی باطن توئی قائم توئی ما نہ

زندہ توئی دانا توئی خواہان و توانا
شنوا توئی بینا توئی گویا توئی ما نہ

ہر سو توئی جلوہ کن و ہر سو تو بیائی
چوں پردہ بخواہی شوی در شکلے روانہ

چوں خواہی بیائی دریں عالم بلباسے
چوں خواہی کنی ترکِ لباسش بہ بہانہ

ظاہر شدی بر من بلباسے ترا دیدم
نامش شدہ نوری کہ شد یکتائے زمانہ

آمر تو خدا بیں و خدا داں ازو گشتی
آں شیخ کہ شد رہبرِ پیرانِ زمانہ

نوائے شوق

دانم کہ توئی ہستی غیرِ تو نمی دانم
در دل ترا می یابم در روح توئی جانم
ہر آنکہ ورائے تُست ہیچ است سوائے تو
خلق است حجابِ تو زیں وجہ بُتے دانم
آں دل کہ عطا کردی از سینہ جدا کردی
دلدار توئی گشتی بے دل مرا می دانم
مخلوق نمی خواہد مخلوق نمی داند
از تو ہمہ را خواہم از تو ہمہ را دانم
عالم ہمہ را دیدم چیزے نہ ازو یابم
از تو ہمہ می یابم تسکین ترا دانم
من عاجزِ تو ہستم تو قادرِ من ہستی
مخلوق نمی جنبد بے قدرتِ جانانم

شنوا توئی در عالم بینا توئی در عالم
گویا توئی در عالم غیرِ تو نمی دانم
عرفانِ خداوندی حاصل شدہ از نوری
آں شیخ عطا کردی مشکل نہ ہمی دانم
نوریا ہمی گویم نورت ازو می یابم
آمر تو بگو اُو را جانم توئی جانانم

مقامِ عاشقاں

کلامِ زاہداں دیگر مقامِ عاشقاں دیگر
مقامِ عاقلاں دیگر ہمہ گم کردگاں دیگر
اگرچہ در صفِ مسجد ہمہ را بنی اِستادہ
نمازِ زاہداں دیگر نمازِ عارفاں دیگر
امامت می کند شخصے کہ خودرا خود نمی داند
امامِ عامیاں دیگر امامِ عارفاں دیگر
تو آئی سوئے من آئی بیا جاناں بیا جاناں
صدائے عاشقاں اینست بکائے غافلاں دیگر
کسے ! گوید کہ ایں مکر است کسے گوید کہ ایں نقل است
نہ خواہم از کسے چیزے تو دانی جانِ جاں دیگر
تو آرامِ دل و جانی تو جان و جانِ جانانی
توئی ارمانِ ما ،ہیچ است جز تو جانِ جاں دیگر
رضائے تو جزائے تو بیابد آمر از نوری
بجز خوشنودیٔ او من نخواہم در جہاں دیگر

سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مریضِ تو ام کن دوا یامحمدؐ — بجز تو نہ دارم شفا یامحمدؐ
پناہِ دو عالم توئی عاجزاں را — کرم کن برائے خدا یامحمدؐ
ندارم سکوں در دلم ہیچگونہ — سکونِ دل و جانِ ما یامحمدؐ
زباں خشک گشتہ دل ازسینہ رفتہ — ندارم بجز یک صدا یامحمدؐ
گدائے پریشاں بہ درگاہِ ذیشاں — بخواند ترا تا کجا یامحمدؐ
گنہ کردہ بیحد پریشان گشتم — توئی عاصیاں را دوا یامحمدؐ
بہ سویم نظر کن خدارا کرم کن — وگر نہ بمیرد گدا یامحمدؐ
چہ گویم ترا کیستی درحقیقت — ثنائے تو گوید خدا یامحمدؐ
بگفتی کہ کُنتُ نَبِیاً زِ اول — توئی ابتدا انتہا یامحمدؐ
توئی نورِایماں توئی جانِ جاناں — تو قرآنِ ما دینِ ما یامحمدؐ
خدا جلوہ کردہ بشانِ تو شاہا — توئی آیتِ اَیمَا یامحمدؐ
ہمہ خلق جوید رضائے الٰہی — رضائے تو جوید خدا یامحمدؐ
زِ فیضانِ نوری بگو آمرا تو — شب و روز صلِّ علیٰ یامحمدؐ

شہنشاہِ ولایت

رحم کن بہرِ خدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ
کن نظر سوئے گدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

غرق شد در بحرِ عصیاں کشتیِ بے چارگاں
شو خدا را ناخدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

خاکسارم عاجزم حالِ پریشانم ببیں
بشنو اکنوں یک صدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

من ذلیل و خوار گشتہ آمدم بر آستاں
در کشا بہرِ خدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

تو غیاثُ العالمینی ، مستغاثُ العالمیں
رس بفریادِ گدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

مشکلم آساں شود از نامِ پاکت شاہِ من
جانِ من بر تو فدا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

تو محی الدین گشتی دین را زندہ کنی
من فدا بر ایں ادا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

دینِ ما ایمانِ ما و جانِ ما جانانِ ما
ہرچہ گویم ہست روا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

قولِ " قَدَمی ھٰذِہٖ " مقبول نزدِ اولیاء
منکرش یابد سزا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

اولیاء ہستند زیرِ پائے پاکت بالیقیں
تو شہنشاہِ وِلا یاغوث الاعظم دستگیرؒ

مظہرِ نورِ نبیؐ ہستی تو اے غوث الوریٰؒ
ظلِ نورِ مصطفیٰؐ یاغوث الاعظم دستگیرؒ

دستِ تو دستِ محمدؐ ، دستِ احمدؐ دستِ حق
دستِ حق دستِ شما یاغوث الاعظم دستگیرؒ

دستِ نوری دستِ تو ، و دستِ تو دستِ نبیؐ
گوید آمرؔ دائما یاغوث الاعظم دستگیرؒ

کلامِ عربی

اِنَّ مِنَ الشعرِ لَحِکمَۃً

(الحدیث)

المناجاة

یا ربِّ اِنّی عاجزٌ فَاجعَلنِی مِنکَ قَادِرًا

اِنّي اِلَیکَ تَائِبٌ فَاجعَلنِی مِنکَ طَاهِرًا

اِنّي عَصَیتُ دَائِماً مَّا صِرتُ قَطُّ صَالِحاً

فِي فِعلِی لَیسَ صَالِحٌ کُنتُ لِغَیرِی امِرًا

اَذنَبتُ اِنّي عَامِداً کَیفَ اَقُولُ سَاهِیاً

لَیسَ کَمِثلِی مُذنِبٌ کُن لِّی رَحِیماً غَافِرًا

اِنّي فَقِیرٌ عَاجِزٌ عَبدٌ ذَلِیلٌ جَاهِلٌ

اَنتَ العَزِیزُ القَادِرُ تَعرِفُ مِنّي مَاجرًا

اُنظُر اِلَینَا رَاحِماً اَنزِل عَلَینَا رَحمَةً

وَاغفِر لَنَا اَعمَالَنَا اَم بَاطِناً اَم ظَاهِرًا

مِنکَ الحَیوٰةُ تَثبُتُ وَالمَوتُ مِنّی یَثبُتُ

مَاذَا اَقُولُ بَعدَهٗ مَا کَانَ مِنّی مَاجرًا

اَنتَ العَلِیمُ دَائِماً وَالعِلمُ فِیكَ ثَابِت"
مَا ذَا یَکُونُ بَعدَه، وَالجَهلُ کَانَ صَادِرَا
اَنتَ المُرِیدُ القَادِرُ تَفعَلُ کُلّاً تَعدِلُ
مَن ذَا یُرِیدُ بَعدَكَ وَالعَبدُ قَطُّ مَادَرَا
اَنتَ القَدِیرُ الغَالِبُ تَغلِبُ کُلّاً تَخلُقُ
اِنّی اِلَیكَ عَاجِز" فَاجعَلنِی مِنكَ مَاهِرَا
اَنتَ السَّمِیعُ دَائِماً وَالعَبدُ غَیرُ سَامِعٍ
جِئتُ اِلَیكَ دَاعِیاً فَاسمَع لِی مِنّی مَاجَرَا
اَنتَ البَصِیرُ تُبصِرُ لَا یَبصُرُ مَن غَیرُكَ
اُنظُر اِلیٰ اَحوَالِهٖ مَن لّا یَکُونُ نَاظِرَا
اَنتَ الکَلِیمُ الوَاقِعُ مَن مّا سِوَاكَ الاَبکَمُ
صِرتُ اِلَیكَ صَامِتاً کُن لّی کَرِیماً نّاصِرَا
کَیفَ اُوءَدّی حَقَّه، مَن عَلَّمَ مَا اَکتُبُ
اِن لَّم اَجِده، هٰهُنَا مَا قُلتُ عِلماً ظَاهِرَا

مَن یَّحیٰ فِیهَا دَائِماً مَن کَانَ فِیهَا مَیِّت"
اِنّی اَمُوتُ دَائِماً لَّو اَنّی اَحییٰ ظَاهِرَا
اَعلَامُه، مَشهُورَة" عَادَاتُه، مَعصُومَة"
اُستَاذِیُ النُّعمَانِیُ مِثلُه، صَارَ نَادِرَا
وَالمَعلُومَاتُ البَاطِنِیَّةُ تَحصُلُ لِی مِنَ الَّذِی
سَمّاه، رَبُّه، نُورِیاً سُمِّیتُ بَعدُ اٰمِرَا

نغمہء سرمدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے[۱] دل کے قرار اور مری آرزو
رکھ لے دونوں جہاں میں مری آبرو
تیری خاطر میں پھرتا ہوں اب کو بکو
اَللّٰہُ کے سوا کچھ نہیں جستجو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلرَّحمٰن

[۲] اب تلک ذات ہی کی سنی ہے خبر
بعد اس کے صفت کی ہے پھر رہ گذر
اک چھپے اک نظر آئے در ہر نظر
پوچھ رحمان کی گر ملے باخبر
مانہ رحمان کو لا شریک لہٗ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

---

[۱] حق تعالٰی سے خطاب [۲] ۔ بندے سے خطاب

اَلرَّحِیمُ

اے مرے رحماں چھپنے والے میاں
جس طرح جسم میں چھپ گئی میری جاں
تیرے فیضان ہی سے ہے سب کچھ عیاں
رحم کن جانِ ما ! شَو بمن شَو عیاں
جانِ ہر خوبرو جلوہ کن روبرو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمَلِکُ

ا ایں ملِک ہست گدا آں ملِک ہست خدا
ایں گہے بادشاہ یا گہے خود گدا
۲ اقتدارش بہ ہر چیز ہست برملا
ہرچہ خواہد کند در سزا و جزا
کائناتِ جہاں ہست در دستِ او
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ا۔ مجازی تاجدار
۲۔ اقتدارِ حق تعالیٰ

اَلقُدُّوسُ

پاک ہے ذات اس کی ہراک عیب سے
وہ جو چاہے کرے عالمِ غیب سے
ا اس پہ ایمان لا اور نکل ریب سے
خوش نصیبی ملے اور بچے خیب سے
تا زِ غیبش گشاید درِ خیر اُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلسَّلَامُ

اَلسَّلامُ عَلَیکَ میں کیا راز ہے
حق کے ملنے کی بس اس میں آواز ہے
کہنے والے میں پہلے وہ دمساز ہے
اور جوابی میں بھی وہی غمّاز ہے
تو ہی تو کی ہے یہ باہمی گفتگو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ا۔ سالک سے خطاب

اَلمُوءمِنُ

کون دیگا ہمیں امن در دو جہاں
کس کو معلوم ہوگا یہ دردِ نہاں
تو ہی مومن ہمارا یہاں اور وہاں
دوجہاں میں ہمیں بس ہے تیری اماں
امن تجھ سے ہے ملتا کہ مومن ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُهَیمِنُ

تیری نگرانیوں میں رہوں میں سدا
بے خبر کی خبر رکھنے والے خدا
تو بچاتا رہا تو میں بچتا رہا
ہوں میں اس ہَیمنت پر ہمیشہ فدا
اپنے کیا غیروں کا بھی مہیمن ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلعَزِیزُ

[۱] معنیٰ اک قدرتِ حق کا بھی ہے یہاں
آ بتاؤں تجھے راز اک میں یہاں
تیرے بس میں نہیں ہے تری کچھ اماں
کوئی بچ ہی نہ سکتا یہاں یا وہاں
جان لے اس کی قدرت سے بچتا ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلجَبَّارُ

فہمِ جبار کو اب سمجھ لے ذرا
تا نہ ہو فہم میں تجھ سے کوئی خطا
تو جہت ظلم کی اس میں ہرگز نہ لا
جبرِ خلق ہے جدا اور خدا کا جدا
اس کی جبّاریت کو سمجھ عدل تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

---

[۱] ۔ سالک سے خطاب

اَلمُتَکَبِّرُ

پھر تکبر کی رہ کو سمجھ کر گذر
اس صفت میں نہیں ہے کسی کا گذر
عبد کرتا ہے تو ہے خطا سر بسر
وصفِ ابلیس میں غور سے کر نظر
کبریائی[1] یقیناً سزاوارِ اُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہ

اَلخَالِقُ

عالمِ خلق ہے روبرو ہی ترے
سب زمیں آسماں کے ہیں دفتر کھلے
چاند سورج ستارے چمکتے ہوئے
بحر و بر میں ہزاروں ہیں آئے گئے
خلق آئینہء خالق ست اے کُفو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

[1] ۔ حق تعالٰی کی طرف اشارہ ہے

اَلبَارِئُ

باری ایسی صفت کو تو بس جان لے
جس میں نسبت نہیں اس کو پہچان لے
قدرتِ حق کو بالکل یہاں مان لے
آدم و حوّا عیسٰی کو تو جان لے
بے پدر جلوۂ حق رہے روبرو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُصَوِّرُ

اس کی صورت گری سے ہے صورت بنی
یعنی بے صورتی کی ضرورت بنی
جلوہائے دو عالم کی صورت بنی
صورتِ آدمی جیسی مورت بنی
ورنہ ہوتے کہاں یہ حسیں ماہرو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلغَفَّارُ

مغفرت کے لئے اس کا در ہے کھلا
اے گنہگار تو در بدر کیوں چلا
آ سُنا اس کو تو جو ہوئی ہے خطا
سر جھکا، گڑگڑا ، آہ کر تلملا
بول غفّار تو اور ستّار تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلقَہَّارُ

قہر[1] سے اس کے کوئی نہیں بچ سکا
ہو کے مقہور رہ جائے شاہ و گدا
اس کی قہّاریت کا عجب دبدبہ
کیا بچے گا بچائے گا کوئی گدا
اَلاماں اَلاماں کی ہے بس گفتگو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

---

[1] جب اس نے قہر و عتاب نازل فرمانے کا فیصلہ فرمادیا

اَلوَہَّابُ

بے طلب بے کسب جو ملا یا ملے
وصفِ وہّاب کے ہم کو صدقے ملے
سارے اعضاء ملے اور دل وجاں ملے
وصفِ وہّاب ہی کے ہیے ہیں ملے
ہم عدم تھے ! کیا جس نے موجود تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلرَّزَّاقُ

سارے عالم کی روزی ترے در سے ہے
بھیک شاہ و گدا کو ترے گھر سے ہے
نہ کسی زور سے نہ کسی زر سے ہے
نہ عرض سے ہے کچھ اور نہ جوہر سے ہے
دینے والا تو ہی لینے والے سبھو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلفَتّاحُ

فتح ونصرت کے در ہیں تجھی سے کھلے
بند تھے سارے، جب تو نے چاہا کھلے
تو اگر بند کردے تو پھر کیا ملے
کھول فتّاحِ عالم ! ہمیں کچھ ملے
بند کرنے میں تو کھولنے میں بھی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلعَلِیمُ

جہل بس ہم میں ہے علم سب تجھ میں ہے
علم جو ہے وہ ہم سے نہیں تجھ سے ہے
بے خبر کو خبر بالیقیں تجھ سے ہے
ظلمتیں ہم سے ہیں نور سب تجھ سے ہے
بے خبر کی خبر کے لئے بس ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلقَابِضُ

تیرے قبضے سے باہر نہ کوئی رہا
تیرے قبضے میں سب اور تو ہی ہے خدا
تیرے قبضے میں ہے سارا عالم گدا
تو جو چاہے وہ ہو اور جو چاہا ہوا
اس لئے بیکسوں کا مددگار تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلبَاسِطُ

یَقبِضُ یَبسُطُ تیرے افعال ہیں
ہم سے کیا ہوسکے ہم تبہ حال ہیں [۱]
تیرے قبضے میں اَنفُس ہیں اَموال ہیں
سب مشیّت تری ہم تو پامال ہیں
قبض میں بھی ہے تو بسط میں بھی ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

۱۔ تبہ حال = تباہ حال

اَلخَافِضُ

پست کردے جسے چاہے اور خستہ حال
تیرے آگے کسے گفتگو کی مجال
جھکنے والے کو جھکنے میں کیا ہو ملال
تیرے آگے سبھی جھک گئے ذوالجلال
ہم تو سب جھک گئے اب اُٹھائے تو تُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلرَّافِعُ

تو جسے چاہے کردے بلند اے خدا
ہم سے کیا ہو سکے جب کہ ہم ہیں گدا
تیری رفعت پہ صدقے ہوں شاہ و گدا
تن فدا من فدا جانِ جاں سب فدا
تیری رفعت کو جانے تو بس تُو ہی تُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُعِزُّ

تو مُعِزّ حقیقی ہے عزّت تری
جس کو چاہے تو کردے عطا برتری
تیرے بن ہم میں کچھ بھی نہیں بہتری
ذِلتوں میں ہیں ہم تجھ سے ہے سروری
تُو مُعِزّ حقیقی ہے تجھ میں علو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُذِلُّ

ہے مُذِل تو یقیں ذلّتوں سے بَری
ذات میں تیری بالکل نہیں کمتری
غیر تیرا کرے کیا تری ہمسری
ہم میں عزت تری ورنہ ذلت بھری
عزّتیں ہیں تری ، عزّتوں میں ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلسَّمِیْعُ

تو ہے شنوا یقیناً سمیع ہم نہیں
تو سنے ہم سنائیں تو کچھ غم نہیں
تجھ سا شنوا ملے تو ہمیں کم نہیں
ماسوا تیرے کیا سن سکے دم نہیں
ہم سنائیں تجھے اور شنوا ہے تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلبَصِیرُ

ہے بصارت تری اور ہم بے بصر
دید تیری یقینی ہے ہم بے نظر
یہ نظر بھی تو نابینا ہے سر بسر
تیری بینائی میں کب کسی کا گذر
دیکھتا بھی ہے تو اور دکھاتا بھی تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَکَمُ

تو حَکم ہے ترا فیصلہ بھی حَکم
تیرے آگے سبھی ہیں یقیناً عدم
فیصلے میں ترے کون مارے گا دم
کس کو دم تُو قِدم ہے یقیں ہم عدم
تو حَکم ہے حقیقی خدائے عفو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلعَدَلُ

تو عدل تیرا انصاف ہے سب اٹل
ظلم سے تو بری ہے اَعَزّ وَ اَجَل
فضل یا عدل کرتا ہے تو اے عدل
فضل ہے سربسر ہم میں کیا ہے عمل
عدل میں بھی ہے تو فضل میں بھی ہے تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَللَّطِیفُ

لطف تیرا ہر اک پر ہر اک آن ہے
تیرے الطاف سے جسم میں جان ہے
منکرِ لطف ہے تو وہ شیطان ہے
تیرے الطاف ہیں اور تو رحمان ہے
ہے لطیف و لطافت بھی الطف بھی توٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلخَبِیرُ

تو خبیرِ دو عالم ہے ہم بے خبر
ذرّہ ذرّہ کی تجھ کو ہے ہر دم خبر
کوئی ہو در سفر یا کوئی در حضر
سارا عالم ترے علم میں مختصر
ہے خبیرِ حقیقی تو بس تو ہی توٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَلِیمُ

بُرد باری تری کوئی کیا جانتا
حِلم تیرا کوئی کب ہے پہچانتا
منکرِ حق ہے جو پھر نہیں مانتا
پھر بھی در سے توٗ اُس کو نہیں راندتا
مقتدر ہوکے بھی ہے حلیم ایسا توٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہ

اَلعَظِیمُ

ہے بزرگی میں یکتائے عالم تو ہی
سب حقیر و ذلیل اور اعظم تو ہی
خالقِ جز و کُل ربِّ آدم تو ہی
حاکِمُ الحُکماء اور اَحکَم تو ہی
ہے عظیمِ دو عالم بھی عظمت بھی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلغَفُورُ

پھر دوبارہ درِ مغفرت کھل گیا
اس کو سن کر مرے صدر سے دل گیا
میں ملا تو نہیں وہ مجھے مل گیا
دل جگر میرے سینے میں بس ہل گیا
ہے غفوری تری مغفرت میں ہے تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلشَّکُورُ

شاکروں کی تو ہی قدردانی کرے
ناقصوں پر بھی تو مہربانی کرے
فعلِ محبوب کو جاودانی کرے
اس کو بھی دے جزا جو زبانی کرے
ہے شکورِ حقیقی شکور ایسا تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلعَلِیُّ

تو بلند اور برتر تری ذات ہے
سب سے اعلیٰ و افضل تری ذات ہے
تو رفیع المراتب و درجات ہے
سب میں ہوتے ہوئے بھی الگ ذات ہے
ہے عُلو مرتبت اور بلندی بھی تو

اَللّٰہُ. اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلکَبِیرُ

ہے کبیری تری کبریائی تجھے
سب ہیں تیرے گدا اور خدائی تجھے
اکبریت کی شاں سب سہائی[۱] تجھے
تجھ سے ادنیٰ ہیں سب ہے بڑائی تجھے
ہے بڑے سے بڑا اور بڑائی میں تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

---

[۱] حضرت مصنف دامت برکاتہم نے قصداً مقامی زبان استعمال کی ہے، ہماری طرف سہانا زیب دینے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔

اَلحَفِیظُ

حفظ تیرا ہر اک طور ہر آن ہے
تو نظامِ جہاں کا نگہبان ہے
ہر طرح سے ہمیں تیرا حفظان ہے
ہر بلا سے بچائے تو نگران ہے
ظاہراً باطناً ہے حفیظ ایسا تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُقِیتُ

بس سبھی کو کھلاتا پلاتا ہے تو
رزق دے کر یقیناً جلاتا ہے تو
نہیں بھوکا کسی کو سُلاتا ہے تو
اور مقیتِ دو عالم کھلاتا ہے تو
ہے مقیتِ حقیقی تو رزّاق تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَسِیبُ

حَسبُنَا اللّٰہُ کی بس ہمیں اک صدا
کم نہیں یہ کرم کم نہیں یہ عطا
دو جہاں لے کے بھی کیا کریگا گدا
وہ اگر مل گیا تو ہو اس پر فدا
مَن تَوَکَّل عَلَی اللّٰہ ھُوَ حَسبُہ،
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلجَلِیلُ

ہے جلالت تری تو ہے ربِّ جلیل
تیرے آگے سبھی ہیں حقیر و ذلیل
ذوا لجلالی تری شان ہے اے جمیل
تیری جاہ و جلالت ہے بس بے مثیل
ہے جمال و کمال و جلالت میں تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلکَرِیمُ

اے کرم کرنے والے کرم کر ذرا
ہم غریبوں کی سن اے کریم اب دعا
اب تلک صدقہ تیرے کرم کا ملا
تیرے ملنے کا اک رہ گیا مدعا
بس کرم اتنا ہو کہ ملے ہم کو تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلرَّقِیبُ

تو نگہبان ہے تو سب آسان ہے
ورنہ سارا جہاں بس ہراسان ہے
یہ رقیبی تری ہم پہ احسان ہے
بس یہی امن ہی ساز و سامان ہے
تو نگہباں ہے جب کیا ہو خوفِ عدو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُجِیبُ

تو مُجیبِ حقیقی دعاؤں کا ہے
بےکسوں کی پکاروں صداؤں کا ہے
سننے والا امیروں ، گداؤں کا ہے
دور و نزدیک کی سب نداؤں کا ہے
میری بھی سن دعا سننے والا ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَاسِعُ

تجھ سا واسع کوئی بھی نہیں اے خدا
وسعتیں تجھ میں ہیں اور تو دے رہا
تجھ میں تنگی نہیں نام کو بھی ذرا
گر تو چاہے جہاندار ہو بے نوا
وسعتوں میں بھی تو اور واسع بھی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَکِیمُ

حکمتیں تجھ سے ہیں تو حکیمِ جہاں
تیری حکمت سے روشن ہے سارا جہاں
بر عقولِ جہاں ہست پرتو فشاں
ہست از تو علوم و عقولِ جہاں
سب حکیمِ مجازی ، حقیقی ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَدُودُ

تو ودود و ولی اور مودّت میں تو
ہے محبِّ حقیقی ، محبت میں تو
جلوہ فرما ہے رحمت میں چاہت میں تو
ہے ودودِ جہاں لطف و رافت میں تو
عاشقوں میں تجھی سے ہے یہ رنگ و بو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمَجِیدُ

ہے بزرگی تو تیری تجھی میں رہے
وہ جو تجھ سے ملے اس کو بھی کچھ ملے
جس طرح ہے مہک گل کی اوپر تلے
اصل گل کی ہے اور فرع سب کو ملے
مجد تیرا مجیدِ دو عالم ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلبَاعِثُ

سلسلہ بعثتِ انبیاء کا رہا
بعثتِ انبیاء میں تو باعث رہا
سارے آئے نبی ختم بھی ہوگیا
بعدِ موت ایک وعدہ رہا بعث کا
باعثی ہے تری لا شریک لہٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلشَّھِیدُ

تجھ سا کوئی گواہ ہی نہیں اے خدا
عینِ مشہود تو ، تو ہی شاہد رہا
دیکھتا بھی رہا اور دکھاتا رہا
تجھ سے کوئی چھپا اور نہ کوئی جدا
وَالشَّھِیدُ ھُوَ الشَّاھِدُ یَشھَدُ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَقُّ

تو ہے حق اور تیری رضا بھی ہے حق
تیرا ہر فعل حق فیصلہ بھی ہے حق
تیری تنزیل کا سلسلہ بھی ہے حق
دعوتِ سرورِ انبیاء بھی ہے حق
حق ہے تو حق ہے تو حق ہے تو حق ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہ

اَلوَکِیلُ

کام تجھ سے بنے اور بناتا ہے تو
بگڑی بن جاتی ہے جب بناتا ہے تو
حُسن کی منزلیں سب سجاتا ہے تو
مرنے والے جئیں جب جلاتا ہے تو
کارسازی میں تو رہبری میں بھی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلقَوِی

تیری قوت سے فاعل بنیں دو جہاں
سب ضعیف اور تو اک قوی بے گماں
ایک جنبش نہ ہو جن سے وہ ناتواں
تیرے در سے ہی پاتے ہیں تاب و تواں
بالیقیں ہے قوی بے گماں تو ہی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمَتِینُ

ہے متانت تری تُو تو تھکتا نہیں
بن چلائے ترے کوئی چلتا نہیں
تو چلائے تو کوئی ٹھہرتا نہیں
او متینِ دو عالم تو گھٹتا نہیں
ہے قوی و متین اے خداوند تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَلِیُّ

دوستی ہے تری جب کسی کو ملی
اس کو حاصل ہوئی ہے مرادِ دلی
اس سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی بہتری
تو ولی اس کا اور وہ ہے تیرا ولی
کیا کرے اس سے بڑھ کر کوئی آرزو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَمِیدُ

ہر طرح حمد تجھ کو سزاوار ہے
ہر ستائش کا بیشک تو حقدار ہے
تجھ پہ قرباں مرا سارا گھر بار ہے
لائقِ حمد بس تیرا دربار ہے
لائقِ حمد تو مالکِ حمد تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُحصِی [1]

تیرے احصا کے گھیرے میں سب گھر گئے
سر جھکائے ہوئے سب کے سب گر گئے
پھر اُٹھیں کس طرح سب کے جب سر گئے
تجھ سے سب مل گئے خلق سے پھر گئے
سب کا محصی ہے بس خالقِ خلق تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

---

[1] - یہ احوال و مواجید ہیں

اَلْمُبْدِئُ

ابتداءً تو پیدا کرے بے مثال
کس کو ہے ایسی قدرت کسے ہے مجال
یہ ہے اِبدا ترا اور تیرا خیال
اس طرح تو دکھاتا ہے اپنا کمال
سارے عالم کا مبدئ ہے بس ایک تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلْمُعِيْدُ

پھر اعادہ کرے تیری وہ شان ہے
لوٹ کر آئے ہر شئے وہ فیضان ہے
یہ نہ ہو تو جہاں سارا ویران ہے
یہ تجلی ہر اک دم ہر اک آن ہے
ہے مُعیدِ حقیقی تو ہی وَحدَہٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلْمُحْيِي

سارے عالم کو تجھ سے ملی زندگی
تیرے اِحیاء کی سب میں ہے تابندگی
زندگی دی ہمیں تا کریں بندگی
بندگی جب نہیں زندگی مردگی
زندگی دینے والے محی ہے تو تُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلْمُمِيْتُ

مارنے میں ترا کس طرح نام ہے
موت تجھ میں نہیں تو یہ کیا کام ہے
موت بھی تیری جانب سے انعام ہے
زندگی سلب کرنا ترا کام ہے
مرنے والا مرا اس میں کیا گفتگو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلحَیُّ

جینے والے تری زندگی کی قسم
زندگی ہے تری زندہ تو مردہ ہم
جوں کی توں ہے تری زندگی کچھ نہ کم
تو سلامت ہے تو پھر ہمیں کیا ہے غم
مردہ ہم ،زندہ تُو، زندگی میں بھی تُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلقَیُّومُ

تو ہے قائم بخود تجھ سے قائم ہیں ہم
تُو وجودِ حقیقی ہے ہم ہیں عدم
تیرے صدقے میں آئے بہ سوئے قِدم
تُو قِدم ہم عَدم کیا رہے ہم میں دم
صدقے جائیں قیام و بقا میں ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَاجِدُ

سب کو موجود کرنا ترا کام ہے
پھر وجوداً ترا سب میں اِقدام ہے
عالمِ خلق پر تیرا اِکرام ہے
اور عدم پر یقیناً یہ انعام ہے
تُو ہے واجد یقیناً ہے موجود تُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہ

اَلمَاجِدُ

ہر جہت سے بزرگ اور بزرگی میں تو
مجد و امجد و ماجد مجیدی میں تو
حمد و احمد و حامد حمیدی میں تو
اکرم الاکرمیں اور کریمی میں تو
ہم سے کیا ہو بھلا ہم نہیں سب ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَاحِدُ

تو اکیلا ہے ساتھی کوئی بھی نہیں
لَا شَرِیکَ لَہٗ میں نبی بھی نہیں
لَا اِلٰہَ کہا تو ولی بھی نہیں
وَحدَہٗ کہدیا تو کوئی بھی نہیں
وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ تو ہی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلاَحَدُ

احدیت[1] میں ھُوَ کے سوا کیا رہا
نہ اَنَا ہی رہا اور نہ اَنتَ رہا
احدیت میں ھُوِیَّت کا غلبہ رہا
خود صفات و انا سے بھی پردہ رہا
اس طرح ذات میں مختفی ھُو ہی ھُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

---

[1] منقطع الاشارات

اَلصَّمَدُ

تجھ کو پرواہ کسی کی نہیں بالیقیں
سب ہیں محتاج تیرے مگر تو نہیں
تجھ کو حاجت کسی امر کی ہی نہیں
تجھ کو کیا حاجتِ آسماں و زمیں
لامکاں کا مکیں ہے تو بس تو ہی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلقَادِرُ

تیری قدرت میں کیا ہے کمی اے خدا
کُن سے بس فَیَکُوں ہے ترا فیصلہ
تیرا چاہا ہی ہو تیرا چاہا ہوا
میری سننے میں تجھکو رکاوٹ ہے کیا
میرا مالک ہے تو میرا قادر ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُقتَدِرُ

اقتدارِ حقیقی ترا اے خدا
مقتدر تو ہے اور ماسوا سب گدا
دم نہ مارے کوئی بادشاہ و گدا
تو جو چاہے وہی ہوگا بس فیصلہ
ہے رضا بر قضا میں مری آبرو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُقَدِّمُ

تیری تقدیم سے سب مقدم ہوئے
جتنے آگے بڑھے وہ معظم ہوئے
دین کی دی کرامت مکرّم ہوئے
جس کو دی حرمتیں وہ محرّم ہوئے
ساری تقدیم تیری مُقدِّم ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلاَوَّلُ

سب سے اول ہے تو کوئی تجھ سا نہیں
بعد تیرے ہیں سب کوئی پہلا نہیں
خوبیوں میں ترا کوئی ہمتا نہیں
تجھ سے اعلیٰ و افضل و اولیٰ نہیں
سب خدائی سے اوّل ہی اوّل ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلاٰخِرُ

تجھ بن آخر تو کوئی بھی نہ رہ سکے
تو رہے اور بس نام تیرا رہے
خود ھُوَ الاٰخِرُ کا نظارہ کرے
وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ خود کہے
خود اکیلا کہے جائے گا اَللّٰہُ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلظَّاهِرُ

تو ہے ظاہر، جہاں تیرا مظہر ہے سب
دیکھنے کی نظر ہے تو منظر ہے سب
رب کا جلوہ تعیُّن کے اندر ہے سب
آنکھ والوں کو محشر ہی محشر ہے سب
حق بہ صورتِ شئے ہے هُوَ الظَّاهِرُ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلبَاطِنُ

ظاہری میں بھی تو پھر چھپا بھی ہے تو
ظاہرا بھی ہے تو پوشیدہ بھی ہے تو
کیا کہوں شاہدِ اَینَما بھی ہے تو
جلوہ گر ہے خودی میں، خدا بھی ہے تو
ظاہراً باطناً بس وجوداً ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَالِي

والی اس کے سوا ہے کوئی بھی نہیں
سرپرستی کسی کی ذری بھی نہیں
جوں کی توں ہے ولایت سری بھی نہیں [1]
خلق کو دعویٰ ہمسری بھی نہیں
اس ولایت کا والی فقط تو ہی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُتَعَالِي

حق تعالیٰ ہے تو اور تعالی تری
سب سے برتر ہے تو مُتَعالی تری
ہے بلند مرتبت شانِ عالی تری
بس یقیناً ہے یہ ذوالجلالی تری
ہے بلند تو ہی تو، ہے بلند تو ہی تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

[1] حضرت مصنف دامت برکاتہم نے قصداً مقامی زبان استعمال کی ہے۔ یہ مستحسن اقدام نشاندہی کرتا ہے کہ اُردو پر اہلِ جنوب کا بھی حق ہے

اَلْبَرُّ

تو نکوکار ہے ہم تو بدکار ہیں
تیری نیکی سے ہیں جو نکوکار ہیں
رو سیاہی سے ہم موجبِ نار ہیں
نیک تر تو ہی ہے ہم گنہگار ہیں
بد ہماری صفت اور برّ ہے تو تُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلتَّوَّابُ

اس کی توّابیت کا کھلا در ملا
در ملا تو سمجھ خود بخود گھر ملا
اس نے دعوت ہے دی تجھ کو اب بر ملا
اس بہانے سے اَللّٰہُ اَکبر ملا
کرلے توبہ اسی میں ہے بس آبرو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلْمُنْتَقِمُ

منتقم کو سمجھ کر بھی کر ذکر تو
کر تکبر کے معنیٰ میں پھر فکر تو
تا بچے از قباحاتِ ہر کبر تو
صبر کر شکر کر ذکر کر ذکر تو
بدلہ لیتا ہے حق اس میں کیا گفتگو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلْعَفُوُّ

مغفرت میں گنہ بخش دیتا ہے وہ
عفو میں تجھ سے بدلہ نہ لیتا ہے وہ
پھر زیادہ تجھے خود سے دیتا ہے وہ
بعدازاں کچھ نہ پھر تجھ سے لیتا ہے وہ
اس لئے نام اس نے رکھا ہے عَفُو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہ

اَلرَّؤُفُ

بزم میں اپنی رافت کا چرچا رہا
اصلی حق کا تو ظلّی انہیں کا رہا
سہرا اس کا محمدؐ کے سر کا رہا
چار سو جن کا پرچم ہے لہرا رہا
شد رؤف" رّحیم ہمچناں اسمِ او
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

مَالِكُ المُلك

مالک الملک وہ ہے اوراسکا ہے سب
بادشاہِ حقیقی کا قبضہ ہے سب
اپنے قبضے میں اشیا وہ رکھتا ہے سب
بس وجوداً خدا کا احاطہ ہے سب
لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ لَهٗ مُلكهٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ذُوالجَلَالِ وَالِاكرَام

ذو الجلال و الاکرام کیا شان ہے
اقتدارِ حقیقی کا اعلان ہے
ہر جلالی تجلی کا سامان ہے
سارے اسما جلالی کا عنوان ہے
چوں جلالت صفت و جلیل اسمِ او
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُقسِطُ

پھر عدل اور مقسط میں گہرا ہے فرق
عدل میں فیصلہ ہے باندازِ حق
اس میں اِقساط و انصاف و اِمدادِ حق
تا رساند خدائم بہ حقدار حق
زیں وجہ تو بخوانش یا مُقسِطُ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلجَامِعُ

اِنّہٗ یَجمَعُ کُلَّ شَیءٍ ھِنَا
یَحشُرُ کُلَّ شَیءٍ فَبعدَ الفَنَا
یَجمَعُ الجَامِعُ کُلَّ اَجزَائِنَا
یَفعَلُ ھٰکَذَا جَامِعاً رَبُّنَا
فَاذکُرُوہ، وَ قُولُوا لَہٗ جَامِعُ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلغَنِیُّ

کُلُّنَا الفُقَرَاءُ وَ اَنتَ الغَنِی
وَلَکَ الکِبرِیَآءُ وَ اَنتَ الغَنِي
فَالعُلُوُّ لَکَ مَا سِوَاکَ الدَّنِي
فَاذکُرُوہ، وَ قُولُوا لَہٗ یَاغَنِي
اَیُّھَا الفُقَرَآءُ فَقُولُوا لَہٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمُغنِي

اِن ذَکَرتَ اسمُہٗ یَاغَنِي یَاغَنِي
ثُمَّ قُلتَ لَہٗ اَلفَقِیر اِنَّنِي
وَ شَکَرتَ لَہٗ تَذکُرُ یَاغَنِي
اِنَّنِي اَلفَقِیرُ وَ اَنتَ الغَنِي
رَبُّنَا مُغنِي وَ العَالَمُ عَبدُہٗ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلمَانِعُ

اِنَّکَ تُعطِنَا مَا تُرِیدُ لَنَا
نَاخُذُ مِنکَ یَا رَبَّنَا کُلُّنَا
اِن مَّنَعتَ فَلَا یُعطِی اَحَدٌ لَّنَا
فِی العَطَا نَحنُ مِنکَ وَ مِنَّا الفَنَا
وَلِذَا اِنَّکَ المُعطِیُ المَانِعُ
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلضَّآرُّ

اَلمُضَرَّةُ لَا تَاتِی مِن غَیرِہٖ

لَا یُخَالِفُنَا الخَلقُ مِن غَیرِہٖ

لَم یَصِل شَیءٌ مِّن شَرِّہٖ خَیرِہٖ

لَا یُخَالِفُنَا شَیءٌ مِّن ضَیرِہٖ

فَادعُہٗ بِاسمِہٖ اِنَّہٗ الضَّآرُّ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلنَّافِعُ

وَھُوَ النَّافِعُ نَفعُہٗ عِندَہٗ

اِن اَرَدتَّ النَّفعَ فَاَرِد عِندَہٗ

اِنَّہٗ لَیسَ بِمُخلِفٍ وَّعدَہٗ

مِنہٗ یَاتِیکَ نَفعُکَ یَا عَبدَہٗ

فَاطلُبُوا النَّفعَ قُولُوا لَہٗ النَّافِعُ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلنُّورُ

نورِ مطلق خدا بعد ازاں مصطفیؐ

بعد ازاں نور آمد کتابِ خدا

از احادیثِ او نور یک ظاہرا

بعد ازاں فقہ آمد و شد مقتدا

بعد ازاں نورِ عرفاں بود نورِ اُو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلھَادِی

ہادی است بے گماں خالقِ دو جہاں

شد مزیّن ازو کائناتِ جہاں

بعدازاں ہست ہُدائے شہِ انس و جاں

اُو نماید ہمہ کنہِ کون و مکاں

ہست ہادی نبیؐ از خداوندِ اُو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلبَدِیعُ

آفریدنِ حق بے مثال آمدہ
اوّلاً پیدا کردہ ہمہ خلق را
بعد ازاں صورتش را اعادہ شدہ
گشت بدیع او سماوات و الارض را
پس بداں ایں کمالِ خداوندِ تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلبَاقِی

پس بقا مطلقاً ثابت است از خدا
ماسوا مطلقاً فانی است و گدا
از خدا آمدہ اندر عالم بقا
ہست فنا از گدا و بقا از خدا
عِندَ نَا یَنفَدُ وَالبَقَا عِندَہ'
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلوَارِثُ

مال مردہ کا میراث کہلاتا ہے
زندہ کی وہ وراثت میں آجاتا ہے
مرنے والا ہے عالم تو مر جاتا ہے
حق ہے زندہ وہ وارث ہی کہلاتا ہے
اس کو وارث سمجھتے ہوئے مانگ تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلرَّشِیدُ

دین کے مرحلوں میں رشیدی کو پا
تا ملے تجھ کو بھی رُشد کا مرتبہ
رُشد وہ فہم ہے جس سے ملتا خدا
جس کو یہ مل گیا وہ تو راشد بنا
پھر کمالِ تعَدّی میں مرشِد ہے تو
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اَلصَّبُوْرُ

اے صبورِ دو عالم تو صبّار ہے

تُو تو صبّار باوصفِ قہّار ہے

دیکھتا ہے گنہ پھر بھی ستّار ہے

مجھ سے مجرم کا پھربھی تو غفّار ہے

بخش دے میرے غفّار و صبّار تو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

جب کہا شکر کیا میں کروں یہ بتا

ہدیہء شکر کیا ہے ذرا یہ بتا

کہدیا آمرا تو ابھی اس کو لا

جانتے جس کو سب ہیں وہ نوری پیا

ہے وہ منشائے حق کے لئے وحدہٗ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سَلَامٌ مَالَہٗ عَدَد

اِنَّكَ حَامِدٌ وَّ مَحمودٌ

از تو حمدِ خدا سَلَامٌ عَلَيك

تَحمَدُ اللهَ أَنتَ فِي العَالَم

ظاهِراً بَاطِناً سَلَامٌ عَلَيك

گفتہ در شانِ تو خدائے ما

أَنتَ نُورُ الهُدىٰ سَلَامٌ عَلَيك

خَالِقُ الاَرضِ وَ السَّمٰوٰتِ

يَرفَعُ ذِكرَكَ سَلَامٌ عَلَيك

مَالِكُ المُلكِ قَائِلٌ فِيكَ

وَجهُكَ وَ الضُّحىٰ سَلَامٌ عَلَيك

اِنَّهٗ يُعطِي اِنَّكَ قَاسِمٌ

تَقسِيمُ بَينَنَا سَلَامٌ عَلَيك

اَوَّلُ الخَلقِ اَنتَ فِی العَالَم
عَاقِباً جِئتَنَا سَلَامٌ عَلَیك

عاصیاں را پناہ تو گشتی
ماحیِ جرمِ ما سَلَامٌ عَلَیك

تو سراجِ خدائے دو عالم
مشعلِ رہنما سَلَامٌ عَلَیك

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆